ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

(جلد18 شمارہ05) جنوری 2021ء - جمادی الاولیٰ 1442ھ

ماہنامہ التبلیغ راولپنڈی

جلد 18 شمارہ 05

جنوری 2021ء - جمادی الاولیٰ 1442ھ

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبد السلام

مجلسِ مشاورت

مفتی محمد یونس — مفتی محمد ناصر — مولانا طارق محمود

فی شمارہ........ 25 روپے

سالانہ........ 300 روپے

پبلشرز

محمد رضوان

سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط وکتابت کا پتہ

ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959

راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر

محمد شرجیل جاوید چوہدری

ایڈووکیٹ ہائی کورٹ

0323-5555686

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہوجانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

◯ اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17

عقب پٹرول پمپ وچھڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5702840

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

www.facebook.com/Idara Ghufran

ترتیب و تحریر

صفحہ

آئینۂ احوال............وطنِ عزیز میں بے چینی کی کیفیت........مفتی محمد رضوان 3

درسِ قرآن(سورہ آلِ عمران: قسط10)......بروزِ قیامت، نفس کا ہر عملِ خیر و شر کو پانا......// // 6

درسِ حدیث ......امتِ محمدیہ میں 73 فرقوں کی احادیث........// // 14

مقالات و مضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ و اصلاحِ معاملہ

افادات و ملفوظات..........................// // 26

خلافِ منشا امور پیش آنے پر اسوۂ رسول ﷺ...............مولانا شعیب احمد 30

ماہِ شوال: دسویں نصف صدی کے اجمالی حالات و واقعات..............مولانا طارق محمود 34

علم کے مینار:.. دنیائے اسلام میں فقہی مذاہب کا شیوع (حصہ اول)...مفتی غلام بلال 36

تذکرۂ اولیاء:..........عمر رضی اللہ عنہ کے بعض فرامین..........مفتی محمد ناصر 40

پیارے بچو!..........سچا دوست کون؟...............مولانا محمد ریحان 43

بزمِ خواتین .....عدالتی تفریق میں خواتین کے اختیارات (دوسرا حصہ)....مفتی طلحہ مدثر 45

آپ کے دینی مسائل کا حل ....''لزومِ کفر'' اور

''التزامِ کفر'' میں فرق.................................ادارہ 52

کیا آپ جانتے ہیں؟........... ''اسلامی نظریاتی کونسل'' کا

''پیغامِ پاکستان'' کی روشنی میں ضابطۂ اخلاق..................مفتی محمد رضوان 81

عبرت کدہ ... ''رجلِ مومن'' کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفاظت..مولانا طارق محمود 85

طب و صحت.........''سَفَرجَل'' یا بہی کے چند مرکبات.......حکیم مفتی محمد ناصر 88

اخبارِ ادارہ ....ادارہ کے شب و روز...............// // 90

اخبارِ عالم ......قومی و بین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں..........مولانا غلام بلال 91

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئینۂ احوال

مفتی محمد رضوان

وطنِ عزیز میں بے چینی کی کیفیت

وطنِ عزیز میں جناب عمران خان صاحب اور تحریکِ انصاف کی موجودہ حکومت سے پہلے جناب میاں محمد نواز شریف صاحب کے آخری دورِ حکومت میں بعض مقتدر حلقوں کی طرف سے ایسی فضا قائم کردی گئی تھی کہ گویا کہ وہ حکومت سب سے بڑی نااہل اور چور حکومت ہے، جس نے ملک کو تباہی کے دہانے پر لا کر کھڑا کر دیا ہے، اور یہ کہ اس حکومت سے چھٹکارا حاصل کرنا، ملک وملت کی اہم ترین ضرورت ہے۔

اس مقصد کے لیے مختلف اقدامات کیے گئے، طویل ترین تاریخی دھرنے دیئے گئے، یہاں تک کہ ایک دن وہ بھی قوم نے دیکھا، جب مسلم لیگ نون کے صدر جناب میاں محمد نواز شریف صاحب کو عدالت کے ذریعے نااہل قرار دے کر، نہ صرف یہ کہ وزیر اعظم کے عہدے سے برطرف کر دیا گیا، بلکہ آئندہ کے لیے سیاسی وحکومتی عہدے اور اسمبلی کی صلاحیت سے بھی نااہل قرار دے دیا گیا، جبکہ قانونی ماہرین کی نظر میں، ان کے خلاف کوئی ایسا غیر معمولی کیس نہیں تھا کہ ان کے خلاف اس طرح کے سخت ترین فیصلے کیے جائیں، کیونکہ نہ صرف یہ کہ ملک میں پہلے ہی ان سے بڑے بڑے مجرم موجود ہیں، بلکہ عرصۂ دراز سے سیاست وحکومت کے اہم ترین عہدوں پر بھی فائز ہیں۔

خیر گزشتہ دورِ حکومت کے آخری ایام میں جو ملک کے بعض مقتدر حلقوں کی طرف سے بے اعتمادی اور بدگمانی وغیرہ کی فضا قائم کردی گئی تھی، اس کے ساتھ ہی مذکورہ حلقوں کی ایک ضرورت ومجبوری یہ بھی تھی کہ میاں محمد نواز شریف صاحب کے متبادل کوئی دوسری سیاسی قوت لائی جائے، ان کی اس غرض کا مقصد، خواہ ملک کی بہترائی ہو، یا کچھ اور، اس سے قطع نظر، جناب عمران خان صاحب کی موجودہ حکومت کا جو انتخاب کیا گیا، اور جس طرح سے انتخاب کیا گیا، اور قوم کو جو سبز اور سنہرے باغ دکھائے گئے، وہ سب جناب عمران خان صاحب کی موجودہ حکومت کے آتے ہی چکنا چور ہونا

شروع ہوگئے، اوراس طرح کے سنہرے خواب دیکھنے اور گزشتہ حکومت سے نجات کی خواہش اور جدوجہد کرنے والوں کی مثال ''پرانے کفن چور کو یاد کرنے والوں'' کی ہی بن کر رہ گئی۔

جناب عمران خان صاحب کے موجودہ دورِ حکومت میں قوم نے غربت، مہنگائی، کرپشن وغیرہ کے کن کن بحرانوں کا سامنا نہیں کیا، جن کا سلسلہ تاحال جاری ہے، ان پر تبصرہ کرنا، اب تضییعِ اوقات سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا، اور نہ ہی قوم کو اب ان چیزوں کا علم ہونے سے معلومات میں کوئی اضافہ محسوس ہوتا۔

مہنگائی، غربت، بے روزگاری وغیرہ جیسے بحرانوں سے تنگ آئے ہوئے عوام نے جب دیکھا کہ نہ تو مقتدر حلقوں کی طرف سے مذکورہ مسائل کا حل سامنے آرہا، نہ ہی ملک کے بڑے اداروں کی طرف سے کوئی ایسے فیصلے سامنے آرہے کہ جن سے ان کے دکھوں اور زخموں کا مداوا ہوسکے۔

دوسری طرف حزبِ اختلاف اوراپوزیشن جماعتوں کے ساتھ بھی موجودہ حکومت کا ابتداء سے رویہ مفاہمت خواہانہ نہیں رہا، بلکہ متعصّبانہ اور جارحانہ رہا، جس کے نتیجے میں قوم کی آواز ان کے واسطے سے بھی اقتدار کے ایوانوں تک نہیں پہنچ رہی، بلکہ ان کے خلاف انتقامی سیاست کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ قائم ہے۔

اس کے نتیجے میں حزبِ اختلاف اور اپوزیشن کی اکثر جماعتوں نے ہمہ جہتی انداز میں ''پی-ڈی-ایم'' کے عنوان سے تحریک کا آغاز کیا، جس کی آواز پر عوام کے بڑے حلقے نے اُمید کی آس لگا کر لبیک کہا، جلسے جلوس بھی ہوئے، حکومت اوراس کے خیرخواہان کو مختلف ڈیڈ لائنز بھی دی گئیں، لیکن حکومت پر اس کا خاطر خواہ اثر ہوتا ہوا دکھائی نہ دیا، بلکہ حکومت کی طرف سے ان سب چیزوں کو نظر انداز کرنے، کوئی اہمیت نہ دینے کے ساتھ ساتھ، اپوزیشن اور عوام کے اس طرزِ عمل کے ساتھ تمسخر واستہزاء کا ردِعمل سامنے آیا

جس کے بعد اب صورتِ حال نہایت سنگین مراحل میں داخل ہوچکی ہے، اوراب ''پی-ڈی-ایم'' کی طرف سے آخری آپشن کے طور پر اسمبلیوں سے مستعفی ہونے، اوراسلام آباد کی طرف مارچ کرنے، جیسے اقدامات کا اعلان ہوچکا ہے، جس کی وجہ سے آنے والے دنوں میں سخت بے چینی

کے حالات دکھائی دے رہے ہیں، اللہ نہ کرے کہ وطنِ عزیز کسی بڑے سانحہ سے دوچار نہ ہوجائے، اور ''لمحوں نے خطاء کی ہے، صدیوں نے سزا پائی ہے'' والی بات سامنے نہ آجائے۔

ابھی بھی وقت ہے کہ حکومت اپنی نااہلی و ناکامیوں کو چھپانے، اور ان پر پردہ ڈالنے کے بجائے، اپنی ناکامیوں کا اعتراف کرکے، قوم کے مسائل کا حل نکالنے میں سنجیدگی کا مظاہرہ کرے، اور ذاتی مفادات، یا ذاتی اَنا کی وجہ سے وطنِ عزیز کو ''قربانی کا بکرا'' بنانے کے طرزِ عمل سے اپنے آپ کو بچائے، اسی کے ساتھ ملک کے دیگر مقتدر حلقوں کے لیے بھی یہ وقت انتہائی سنجیدگی کا لمحۂ فکریہ اور تدبر و تحمل سے معاملات کو حل کرانے کا متقضی ہے۔

کسی ایک حکومت، یا چند عہدے داروں کے مستعفی اور عہدوں سے دستبردار ہونے سے اگر ملک ''قربانی کا بکرا'' بننے سے محفوظ رہ سکتا ہو، تو اس کو خسارہ کا سودا نہیں کہا جا سکتا۔

اللہ تعالیٰ وطنِ عزیز کی سلامتی اور اصلاحِ احوال کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

درسِ قرآن (سورہ آلِ عمران: قسط10، آیت نمبر29، 30) مفتی محمد رضوان

بروزِ قیامت، نفس کا ہر عملِ خیر وشر کو پانا

قُلْ إِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ أَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْءٍ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗ اَمَدًا بَعِيْدًا وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ (سورة آل عمران، رقم الآية ٢٩، ٣٠)

ترجمہ: کہہ دیجیے آپ، اگر مخفی رکھو تم ان چیزوں کو، جو تمہارے سینوں میں ہیں، یا ظاہر کرو تم ان چیزوں کو، جانتا ہے ان کو اللہ، اور جانتا ہے وہ، ان چیزوں کو جو آسمانوں میں ہیں، اور جو زمین میں ہیں، اور اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔

جس دن پائے گا ہر نفس اس کو، جو عمل کیا اس نے، کسی بھی بھلائی میں سے، حاضر کیا ہوا، اور اس کو جو عمل کیا اس نے، کسی بھی برائی میں سے، وہ چاہے گا، کاش کہ اس (نفس) کے اور اس (برائی) کے درمیان انتہائی دوری ہوتی، اور ڈراتا ہے، تم کو اللہ اپنے آپ سے، اور اللہ بہت نرمی کرنے والا ہے بندوں سے (سورہ آلِ عمران)

تفسیر وتشریح

مذکورہ آیات میں سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اس چیز سے آگاہ فرمایا ہے کہ تم جو بات بھی اپنے سینوں میں چھپاؤ گے، یا اس کا اظہار کرو گے، اللہ کو ان سب باتوں کا علم ہے، اور اللہ کا علم تمہارے سینوں کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ وہ تو آسمانوں اور زمین کی تمام چیزوں کا علم رکھتا ہے، اور اس میں کوئی شبہ والی بات نہیں کہ اللہ اتنی وسیع وعریض مخلوقات کی ہر چیز کا علم کیسے رکھتا ہے، کیونکہ اللہ، ہر چیز پر پوری طرح سے قدرت رکھتا ہے، کوئی بھی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں، پھر

آسمان وزمین اوران کے درمیان کی چیزوں کا علم رکھنااس کے لیے کیسے مشکل ہوسکتا ہے۔

پھراس کے بعد اگلی آیت میں واضح فرمادیا کہ قیامت کے دن ہرنفس اپنے اچھے اور برے کیے ہوئے عمل کواپنے سامنے حاضر پائے گا،اور وہ ڈراورخوف کی وجہ سے یہ تمنا کرے گا کہ کاش اس کے نفس اوراس کے برے عمل کے درمیان بہت زیادہ فاصلہ ہوتا،یعنی وہ برے عمل سے بہت دور رہتااوراس برے عمل کوکرنے سےاپنے آپ کو پوری طرح بچا کر رکھتا،تاکہ آج اس کاخمیازہ بھگتنا نہ پڑتا۔

پھرفرمایا کہ اللہ تمہیں آج ہی اپنے آپ سے ڈرارہا ہے، کیونکہ وہ بندوں کے ساتھ بہت نرمی و مہربانی کرنے والا ہے۔

اس نرمی وشفقت اورمہربانی کی وجہ سےکل قیامت کےآنے والےدن کےحالات سے پہلے ہی باخبرفرمارہاہے،تاکہ اپنے آپ کوگناہ سے بچائیں۔

مذکورہ دونوں آیتوں میں،جن دواہم مضامین کا ذکر ہے،ایک تو اللہ کےسینوں میں چھپی ہوئی اور ظاہر باتوں،اورآسمان وزمین کی تمام باتوں کو جاننے کااور دوسرے قیامت کے دن نفس کے ہر اچھے وبرے عمل کو پالینے کا۔

ان دونوں مضامین کامختلف الفاظ میں قرآن مجید کی دوسری آیات میں بھی ذکرآیا ہے۔

چنانچہ پہلےمضمون کامندرجہ ذیل آیات میں ذکر ہے۔

سورہ آلِ عمران میں اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے کہ:

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (سورة آل عمران،رقم الآية ۱۵۴)

ترجمہ:اوراللہ خوب جاننے والا ہے،سینوں والی (باتوں) کو(سورہ آلِ عمران)

سورہ ھود میں اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے کہ:

يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (سورة هود،رقم الآية ۵)

ترجمہ:وہ تو جانتا ہے،اس کوجووہ لوگ چھپاتے ہیں،اوراس کوجووہ علانیہ کرتے ہیں،

بے شک وہ وہ خوب جاننے والا ہے سینوں والی (باتوں) کو (سورہ ھود)

سورہ انبیاء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قَالَ رَبِّیۡ یَعۡلَمُ الۡقَوۡلَ فِی السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ وَهُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ (سورة الأنبياء،رقم الآية ۴)

ترجمہ: کہا اس (نبی) نے میرا رب جانتا ہے، بات کو آسمان میں بھی اور زمین میں بھی اور وہی بہت سننے والا ہے، بہت جاننے والا ہے (سورہ انبیاء)

سورہ لقمان میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِلَیۡنَا مَرۡجِعُهُمۡ فَنُنَبِّئُهُمۡ بِمَا عَمِلُوۡا اِنَّ اللّٰهَ عَلِیۡمٌ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ (سورة لقمان،رقم الآية ۲۳)

ترجمہ: ہماری طرف ہی،ان سب کا لوٹنا ہے،تو ہم خبردار کردیں گے ان کو،ان چیزوں سے، جو انہوں نے عمل کئے، بے شک اللہ خوب جاننے والا ہے،سینوں والی (باتوں) کو (سورہ لقمان)

سورہ فاطر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَیۡبِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ اِنَّهٗ عَلِیۡمٌ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ (سورة فاطر،رقم الآية ۳۸)

ترجمہ: بے شک اللہ، آسمانوں اور زمین کے غیب کا جاننے والا ہے، بے شک وہ خوب جاننے والا ہے،سینوں والی (باتوں) کو (سورہ فاطر)

سورہ زمر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمۡ مَّرۡجِعُکُمۡ فَیُنَبِّئُکُمۡ بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ اِنَّهٗ عَلِیۡمٌ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ (سورة الزمر،رقم الآية ۷)

ترجمہ: پھر تم لوگوں کے رب کی طرف ہی،تم سب کا لوٹنا ہے، پھر وہ خبردار کردے گا تم کو،ان چیزوں سے جو تم لوگ کرتے تھے، بے شک وہ خوب جاننے والا ہے،سینوں

والی (باتوں) کو (سورہ زمر)

سورہ غافر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

یَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ. وَاللّٰہُ یَقْضِیْ بِالْحَقِّ (سورۃ غافر،رقم الآیات ۱۹، ۲۰)

ترجمہ: وہ جانتا ہے خیانت کرنے والی آنکھوں کو، اوران چیزوں کو جو چھپاتے ہیں سینے۔اوراللہ فیصلہ کرے گا حق کے ساتھ (سورہ غافر)

سورہ شوریٰ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّهٗ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (سورۃ الشوری،رقم الآیۃ ۲۴)

ترجمہ: بے شک وہ خوب جاننے والا ہے،سینوں والی (باتوں) کو (سورہ شوریٰ)

سورہ حدید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَهُوَ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (سورۃ الحدید،رقم الآیۃ ۶)

ترجمہ: بے شک وہ خوب جاننے والا ہے،سینوں والی (باتوں) کو (سورہ حدید)

سورہ مجادلہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مَا یَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰی مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَیْنَ مَا كَانُوْا ثُمَّ یُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (سورۃ المجادلۃ،رقم الآیۃ ۷)

ترجمہ: کیا نہیں دیکھا آپ نے کہ بے شک اللہ جانتا ہے ان چیزوں کو جو آسمانوں میں ہیں اوران چیزوں کو جو زمین میں ہیں،نہیں ہوتی تین لوگوں کی سرگوشی،مگر وہ (اللہ) ان کا چوتھا ہوتا ہے،اورنہیں ہوتی پانچ میں سرگوشی،مگر وہ (اللہ) ان کا چھٹا ہوتا ہے،اور نہیں ہوتی ان سے کم میں،اورنہ زیادہ میں،مگر وہ (اللہ) ان کے ساتھ ہوتا ہے،جہاں بھی وہ ہوں،پھر خبر دار کردے گا،ان کو ان چیزوں سے جو انہوں نے عمل کیا،قیامت

کے دن، بے شک اللہ، ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے (سورہ مجادلہ)

سورہ تغابن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (سورة التغابن، رقم الآية ۴)

ترجمہ: جانتا ہے وہ، ان چیزوں کو جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں، اور جانتا ہے وہ ان باتوں کو جو تم لوگ چھپاتے ہو، اور ان باتوں کو جو تم لوگ علانیہ کرتے ہو اور اللہ خوب جاننے والا ہے سینوں والی (باتوں) کو (سورہ تغابن)

سورہ ملک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ. اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ (سورة الملک، رقم الآیات ۱۳، ۱۴)

ترجمہ: اور تم لوگ چھپاؤ اپنی بات کو، یا نمایاں کرو اس کو، بے شک وہ (تو) جاننے والا ہے، سینوں والی (باتوں) کو (بھی) کیا نہیں جانے گا وہ، جس نے پیدا کیا، حالانکہ وہی باریک بین ہے، بہت خبر رکھنے والا ہے (سورہ ملک)

سورہ عادیات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ. وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ. اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ (سورة العادیات رقم الآیات ۹ الی ۱۱)

ترجمہ: تو کیا وہ جانتا نہیں (اس وقت کو) جب اٹھایا جائے گا ان کو جو قبروں میں ہیں۔ اور حاصل کرلیا جائے گا ان باتوں کو جو، سینوں میں ہیں۔ بیشک ان کا رب ان کے بارے میں، اس دن یقیناً خبر رکھنے والا ہے (سورہ عادیات)

اور مندرجہ بالا دوسری آیت میں بیان کردہ مضمون کا ذکر مندرجہ ذیل آیات میں بھی ہے:

سورہ یونس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ وَرُدُّوْا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ

عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ (سورة يونس، رقم الآية ٣٠)

ترجمہ: وہاں جانچ لے گا ہر نفس، اس کو جو اس نے آگے بھیجا، اور وہ لوٹائے جائیں گے، اللہ کی طرف، جو ان کا مولیٰ ہے برحق، اور گم ہوجائیں گی، ان سے، وہ چیزیں جو وہ گھڑتے تھے (سورہ یونس)

سورہ رعد میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يَعۡلَمُ مَا تَكۡسِبُ كُلُّ نَفۡسٍ (سورة الرعد، رقم الآية ٤٢)

ترجمہ: جانتا ہے وہ ان چیزوں کو جو کماتا ہے ہر نفس (سورہ رعد)

سورہ انبیاء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَنَضَعُ الۡمَوَازِيۡنَ الۡقِسۡطَ لِيَوۡمِ الۡقِيَامَةِ فَلَا تُظۡلَمُ نَفۡسٌ شَيۡئًا وَإِنۡ كَانَ مِثۡقَالَ حَبَّةٍ مِنۡ خَرۡدَلٍ أَتَيۡنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِيۡنَ (سورة الأنبياء، رقم الآية ٤٧)

ترجمہ: اور قائم کریں گے ہم انصاف کی ترازوؤں کو قیامت کے دن، پھر ظلم نہیں کیا جائے گا کسی جاندار پر ذرا بھی، اور اگر ہوگا (کوئی عمل) رائی کے دانہ کے برابر بھی، لے آئیں گے ہم اس کو، اور کافی ہیں، ہم حساب لینے والے (سورہ انبیاء)

سورہ زمر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَوُفِّيَتۡ كُلُّ نَفۡسٍ مَّا عَمِلَتۡ وَهُوَ اَعۡلَمُ بِمَا يَفۡعَلُوۡنَ (سورة الزمر، رقم الآية ٧٠)

ترجمہ: اور پورا پورا دیا جائے گا، ہر نفس کو، وہ جو اس نے عمل کیا، اور وہ خوب جاننے والا ہے، ان چیزوں کو جو یہ لوگ کرتے ہیں (سورہ زمر)

سورہ غافر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اَلۡيَوۡمَ تُجۡزٰى كُلُّ نَفۡسٍ بِمَا كَسَبَتۡ لَا ظُلۡمَ الۡيَوۡمَ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيۡعُ الۡحِسَابِ (سورة غافر، رقم الآية ١٧)

ترجمہ: اس دن بدلہ دیا جائے گا، ہر نفس کو، ان چیزوں کا، جن کو اس نے کمایا، نہیں ہوگا کوئی ظلم، اس دن، یقیناً اللہ تیزی سے حساب لینے والا ہے (سورہ غافر)

سورہ قٓ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ ذٰلِکَ یَوْمُ الْوَعِیْدِ .وَجَاءَ تْ کُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَائِقٌ وَّشَهِیْدٌ.لَقَدْ کُنْتَ فِیْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَکَشَفْنَا عَنْکَ غِطَائَکَ فَبَصَرُکَ الْیَوْمَ حَدِیْدٌ(سورة ق،رقم الآیات ٢٠ الیٰ ٢٢)

ترجمہ: اور پھونکا جائے گا صور میں (پھر کہا جائے گا کہ) یہ ہے وعید (یعنی عذاب) کا دن۔اور آئے گا ہر نفس،اس کے ساتھ،ایک ہانکنے والا ہوگا،اور ایک گواہ ہوگا۔یقیناً تھا،تُو غفلت میں،اس (دن) سے،تو ہم نے کھول دیا،تجھ سے تیرا پردہ،پس تیری بصارت آج کے دن تیز ہے(سورہ ق)

سورہ تکویر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ(سورة التکویر،رقم الآیة ١٤)

ترجمہ: تو جان لے گا نفس،ان چیزوں کو جو اس نے حاضر کیں(سورہ تکویر)

سورہ انفطار میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ (سورة الانفطار،رقم الآیة ٥)

ترجمہ: تو جان لے گا ہر نفس،ان چیزوں کو جو آگے کیں اس نے،اور جو پیچھے کیں (سورہ انفطار)

سورہ طارق میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنْ کُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَیْهَا حَافِظٌ (سورة الطارق،رقم الآیة ٤)

ترجمہ: نہیں ہے،کوئی نفس،مگر اس پر ایک حفاظت کرنے والا ہے(سورہ طارق)

مذکورہ آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ سے کسی انسان کی کوئی بات اور کوئی حالت مخفی نہیں،اور قیامت کے دن ہر نفس اپنے اچھے اور برے اعمال کو اپنے سامنے حاضر پائے گا،اور سب کا صحیح صحیح انصاف کے ساتھ حساب وکتاب ہوگا۔

اللہ ہم سب کو اس میں کامیاب فرمائے۔آمین۔

جلد 1

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...معینُ المفتی
(2)...رَفْعُ التَّشْكِيْكِ عَنْ حِيْلَةِ التَّمْلِيْكِ
(3)...غیر حنفی کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا حکم
(4)...اَلْمَشَاكِلُ الْحَاضِرَةُ فِیْ حُرْمَةِ الْمُصَاهَرَةِ
(5)...تحقیق طلاق بالکتابة والاکراہ
(6)...مجنون، غضبان اور سکران کی طلاق

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 2

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...صبح صادق و کاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق
(2)...كشفُ الغطاء عن وقت الفجر والعشاء
(3)...اشكاليات فلكية وفقهية حول تحديد مواقيت الصلاة.
(4)...كيفيةُ التحقق من صحة مواقيت الصلاة فی التقاويم.

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 3

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...النظر والفكر فی مبدء السفر والقصر
(2)...بِدَايَةُ السَّفَرِ وَالْقَصْرِ فِیْ حَالَةِ الْحَضْرِ وَالْمِصْرِ
(3)...منعُ مبدءِ السفر قبل مبدءِ القصر
(4)...جڑواں شہروں (Twin cities) میں سفر و قصر کا حکم
(5)...محرَم کے بغیر سفر کا حکم

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 4

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...خوارج سے متعلق احادیث کی تحقیق
(2)...کفار کے مخاطب بالفروع ہونے کا حکم
(3)...غیرُ اللہ کی نذر و نیاز و ذبح کا حکم
(4)...رؤیتِ باری تعالیٰ
(5)...قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کا حکم
(6)...خواب میں زیارتِ نبوی ﷺ کا حکم
(7)...محفلِ حُسنِ قراءت کا حکم

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 5

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...پاکستان کی موجودہ رؤیتِ ہلال کمیٹی کی شرعی حیثیت
(2)...مقدس اوراق کا حکم
(3)...قرآن مجید کو بغیر وضو چھونے کا حکم
(4)...خیرُ بِقاعِ الارض کی تحقیق (یعنی شرعاً افضل ترین قطعہ زمین کون سا ہے؟)

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 6

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...مجالسِ ذکر اور اجتماعی ذکر
(2)...جمعہ کے دن دُرود پڑھنے کی تحقیق

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 7

علمی و تحقیقی رسائل

متبرک مقامات و آثار کے فضائل و احکام سے متعلق
13 علمی، فقہی و تحقیقی رسائل کا مجموعہ

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 8

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...اجتہادی اختلاف اور باہمی تعصب
(2)...تفرّد کی حقیقت

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 9

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...تمباکو نوشی کے احکام
(2)...ضرورت و حاجت اور استقراض بالربح کی تحقیق
(3)...حمد و نعت اور اس کی شرائط
(4)...نام رکھنے کے عربی قواعد
(5)...انگور، کھجور و دیگر اشیاء کے نبیذ اور جوس وغیرہ کی تحقیق
(6)...بالوں میں وصل کی تحقیق
(7)...دَف کی تحقیق

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 10

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...پانی و ڈھیلے سے استنجاء کی تحقیق
(2)...نیند سے وضو ٹوٹنے کی تحقیق
(3)...حرمت و نجاست سے متعلق اصول
(4)...تحقیق مسحِ رقبة
(5)...نماز کے وقت سوتے رہ جانا اور طلوع و غروب کے وقت نماز پڑھنا
(6)...نماز میں ہاتھ باندھنے کا طریقہ
(7)...خواتین کی امامت و جماعت کا شرعی حکم
(8)...بوقتِ خطبہ آنے والے کو تحیۃُ المسجد کا شرعی حکم
(9)...صلاةُ التسبیح سے متعلق احادیث و روایات کی تحقیق

مصنف
مفتی محمد رضوان

بسلسلہ: اصلاحِ معاشرہ

رِشتہ داروں سے متعلق فضائل و احکام

نسب، خاندان، برادری اور قبیلہ وغیرہ کی حقیقت اور اس کا درجہ و مرتبہ رشتہ داروں سے صلہ رحمی کے فضائل و فوائد اور قطع رحمی کے قبائح و نقصانات صلہ رحمی کی تاکید اور قطع رحمی کی وعید، صلہ رحمی اور قطع رحمی کی حقیقت اور صورتیں، والدین سے صلہ رحمی، بہن بھائیوں، اولاد، زوجین اور دیگر اقرباء کے ساتھ صلہ رحمی صلہ رحمی کے طریقے اور صلہ رحمی و حسنِ سلوک سے متعلق احکام و آداب اور مختلف قسم کے رشتہ داروں کے بارے میں احکام

مصنف
مفتی محمد رضوان

اصلاح و اضافہ شدہ جدید ایڈیشن

دُرود و سلام کے فضائل و احکام

مسنون و ماثور درود و سلام کے عظیم الشان فضائل و فوائد، درود و سلام کے مخصوص مواقع اور ان کی فضیلت و اہمیت، درود و سلام کے متعلق شرعی احکام، اور منکرات درود و سلام کے مسنون و ماثور صیغے اور غیر مسنون صیغوں و طریقوں کی نشاندہی اور درود و سلام سے متعلق بعض احادیث و روایات کی اسنادی حیثیت پر کلام

مصنف
مفتی محمد رضوان

ملنے کا پتہ

کتب خانہ: ادارہ غفران، چاہ سلطان، گلی نمبر 17 راولپنڈی
فون: 051-5507270

درسِ حدیث

مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

امتِ محمدیہ میں 73فرقوں کی احادیث

مختلف احادیث وروایات میں بنی اسرائیل کے 72اور امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے 73فرقے بن جانے کا ذکر آیا ہے۔

اور بعض روایات سے اس کی وضاحت بھی ہوتی ہے کہ ان 73فرقوں میں سے ایک فرقہ ’’اہل السنۃ والجماعۃ‘‘ کا ہے، اور باقی تمام دوسرے فرقے، اہلِ اھواء اور اہلِ بدعت کے ہیں۔

اب اس کی کچھ تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيَأْتِيَنَّ عَلٰى أُمَّتِيْ مَا أَتٰى عَلٰى بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ، حَتّٰى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتٰى أُمَّهٗ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِيْ أُمَّتِيْ مَنْ يَّصْنَعُ ذٰلِكَ، وَإِنَّ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِيْ عَلٰى ثَلَاثٍ وَّسَبْعِيْنَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً قَالُوْا وَمَنْ هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِيْ (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۲۶۴۱، ابواب الایمان، ما جاء فی افتراق ھذہ الأمۃ) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت پر وہ حالات ضرور پیش آ کر رہیں گے، جو بنی اسرائیل پر پیش آئے تھے، ایک جوتے کے دوسرے جوتے کے ہو بہو برابر ہونے کی طرح، یہاں تک کہ اگر بنی اسرائیل میں سے کسی نے اپنی ماں سے کھلے عام بدکاری کی ہوگی، تو میری امت میں بھی کوئی شخص یہ حرکت کرے گا، اور بنی اسرائیل

[1] قال الترمذی: ھذا حدیث مفسر غریب لا نعرفه مثل ھذا إلا من ھذا الوجه.

کے بہتّر فرقے ہوگئے تھے،اور میری امت کے تہتّر فرقے ہوجائیں گے، جو تمام (سزا پانے کے لیے) جہنم میں جائیں گے،سوائے ایک فرقے کے،صحابہؓ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ ایک فرقہ کون سا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جس طریقہ پر میں اور میرے صحابہ ہیں (ترمذی)

اس حدیث کو تھوڑے بہت الفاظ کے فرق کے ساتھ،امام ترمذی کے علاوہ، دوسرے محدثین نے بھی روایت کیا ہے،جن میں ابنِ وضاح،امام آجری اورامام مروزی وغیرہ شامل ہیں۔ [1]

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:تَفْتَرِقُ ھٰذِہِ الْأُمَّۃُ عَلٰی ثَلَاثٍ وَّسَبْعِیْنَ فِرْقَۃً، کُلُّھُمْ فِی النَّارِ إِلَّا وَاحِدَۃً، قَالُوْا:وَمَا تِلْکَ الْفِرْقَۃُ؟ قَالَ:مَا أَنَا عَلَیْہِ الْیَوْمَ وَأَصْحَابِیْ (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۴۸۸۶،ورقم الحدیث ۷۸۴۰، المعجم الصغیر للطبرانی، رقم الحدیث ۷۲۴) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ امت تہتّر (73)فرقوں میں تقسیم ہوجائے گی،سب فرقے جہنم میں جائیں گے،سوائے ایک فرقہ کے،صحابہ نے عرض کیا

---

[1] عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص , عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: لیأتین علی أمتی ما أتی علی بنی إسرائیل مثل بمثل , حذو النعل بالنعل , حتی لو أن فیھم من أتی أمہ علانیۃ کان فی أمتی من یصنع ذلک , وإن بنی إسرائیل تفرقوا علی ثنتین وسبعین ملۃ , وستفترق أمتی علی ثلاث وسبعین فرقۃ , کلھا فی النار إلا ملۃ واحدۃ،قالوا:وأی ملۃ تنفلت من النار؟ قال:ما أنا علیہ وأصحابی(البدع لابن الوضاح، رقم الحدیث ۲۵۰)

عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنھما أن النبی ﷺ قال: " لیأتین علی أمتی ما أتی علی بنی إسرائیل: تفرق بنو إسرائیل علی اثنتین وسبعین ملۃ وستفترق أمتی علی ثلاث وسبعین ، تزید علیھم، کلھا فی النار إلا ملۃ واحدۃ، فقالوا: من ھذہ الملۃ الواحدۃ؟ قال:ما أنا علیھا وأصحابی(الشریعۃ للآجری، رقم الحدیث ۲۳)

عن عبد اللہ بن عمرو، قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: سیأتی علی أمتی ما أتی علی بنی إسرائیل مثلا بمثل حذو النعل بالنعل، وإنھم تفرقوا علی ثنتین وسبعین ملۃ وستفترق أمتی علی ثلاث وسبعین ملۃ کلھم فی النار غیر واحدۃ ، قالوا: یا رسول اللہ وما تلک الواحدۃ؟ قال: ھو ما أنا علیہ الیوم وأصحابی(السنۃ للمروزی،رقم الحدیث ۵۹)

[2] قال الھیثمی: رواہ الطبرانی فی الصغیر، وفیہ عبد اللہ بن سفیان، قال العقیلی :لا یتابع علی حدیثہ ھذا، وقد ذکرہ ابن حبان فی الثقات(مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۸۹۹)

کہ وہ ایک فرقہ کون سا ہوگا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جس طریقہ پر آج کے دن میں اور میرے صحابہ ہیں (طبرانی)

اس طرح کی حدیث ایک اور سند سے بھی مروی ہے، جس کی سند پر محدثین نے کلام کیا ہے۔ [1] لیکن گزشتہ سندوں سے یہ حدیث معتبر ہے، جیسا کہ کئی محدثین واہلِ علم حضرات نے تحقیق کے بعد یہ بات بیان فرمائی ہے۔ [2]

---

[1] عن عبد الله بن يزيد بن آدم الدمشقي، قال، حدثني أبو الدرداء ، وأبو أمامة، وواثلة بن الأسقع، وأنس بن مالك قالوا :خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم يوما، ونحن نتمارى في شيء من أمر الدين، فغضب غضبا شديدا لم يغضب مثله، ثم انتهرنا، فقال :.........ذروا المراء ، فإن بني إسرائيل افترقوا على إحدى وسبعين فرقة، والنصارى على ثنتين وسبعين فرقة كلهم على الضلالة إلا السواد الأعظم .قالوا :يا رسول الله، ومن السواد الأعظم؟ قال :من كان على ما أنا عليه، وأصحابي من لم يمار في دين الله، ومن لم يكفر أحدا من أهل التوحيد بذنب غفر له(المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ٧٦٥٩،الشريعة للآجرى،رقم الحديث ١١١،الابانة الكبرىٰ لابنِ بطة،رقم الحديث ٥٣٢)

قال الهيثمي: رواه الطبراني في الكبير، وفيه كثير بن مروان، وهو ضعيف جدا(مجمع الزوائد،رقم الحديث ٧٠٤،باب ما جاء في المراء)

[2] قال الفتني:افترقت اليهود على اثنين وسبعين فرقة والنصارى كذلك وتفترق أمتي على ثلاث سبعين فرقة كلها في النار إلا واحدة قالوا من هي يا رسول الله قال ما أنا عليه وأصحابي حسن صحيح روى عن أبي هريرة وسعد ابن عمر وأنس جابر وغيرهم(تذكرة الموضوعات للفتني، ج ١ ص ١٥ ، باب افتراق الامة على ثلاث وسبعين فرقة)

وقال الالباني:والحديث أورده الحافظ ابن كثير في تفسيره (1/390) من رواية أحمد، ولم يتكلم على سنده بشيء ، ولكنه أشار إلى تقويته بقوله "وقد ورد هذا الحديث من طرق ." ولهذا قال شيخ الإسلام ابن تيمية في "المسائل "(2/83). "هو حديث صحيح مشهور ."وصححه أيضا الشاطبي في "الاعتصام "(3/38). ومن طرق الحديث التي أشار إليها ابن كثير، وفيها الزيادة، ما ذكره الحافظ العراقي في " تخريج الإحياء "(3/199) قال: "رواه الترمذي من حديث عبد الله بن عمرو وحسنه، وأبو داود من حديث معاوية، وابن ماجه من حديث أنس وعوف بن مالك، وأسانيدها جياد ." قلت :ولحديث أنس طرق كثيرة جدا تجمع عندي منها سبعة، وفيها كلها الزيادة المشار إليها، مع زيادة أخرى يأتي التنبيه عليها، وهذه هي: الطريق الأولى :عن قتادة عنه. أخرجه ابن ماجة (2/480) ، وقال البوصيري في "الزوائد :" " إسناده صحيح، رجاله ثقات ." قلت :وفي تصحيحه نظر عندي لا ضرورة لذكره الآن، فإنه لا بأس به في الشواهد .الثانية :عن العميري عنه.........السابعة :عن عبد الله بن سفيان المدني عن يحيى بن سعيد الأنصاري عنه . وفيه الزيادة بلفظ " :قال :ما أنا عليه وأصحابي ." أخرجه العقيلي في "الضعفاء "(ص 208 - 207) والطبراني في "الصغير " (150)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ سے مراد ''سنت'' ہے، اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کو سب ہی جانتے ہیں، ان دونوں نسبتوں کو ملا کر ہی ''اہلُ السنۃ والجماعۃ'' کا نام بنا ہے۔

اور اہلُ السنۃ والجماعۃ ہی اس کا صحیح مصداق ہیں، ایک طرف تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو مانتے اور اس کو اختیار کرتے ہیں، اور دوسری طرف وہ مجموعی طور پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا ادب واحترام کرتے ہیں، اور ان کے طریقے کو اختیار و پسند کرتے ہیں۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ایک اور حدیث

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ بَنِىْ إِسْرَائِيْلَ اِفْتَرَقَتْ عَلٰى إِحْدَى وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، وَإِنَّ أُمَّتِىْ سَتَفْتَرِقُ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، كُلُّهَا فِى النَّارِ، إِلَّا وَاحِدَةً وَهِىَ: الْجَمَاعَةُ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ۳۹۹۳، ابواب الفتن، باب افتراق الأمم) ؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وقال ": لم يروه عن يحيى إلا عبد الله بن سفيان ." وقال العقيلى " : لا يتابع على حديثه ." قلت : وهو على كل حال خير من الأبرد بن أشرس فإنه روى هذا الحديث أيضا عن يحيى بن سعيد به، فإنه قلب متنه، وجعله بلفظ ": تفترق أمتى على سبعين أو إحدى وسبعين فرقة كلهم فى الجنة إلا فرقة واحدة، قالوا : يا رسول الله من هم؟ قال : الزنادقة وهم القدرية ." أورده العقيلى أيضا وقال ": ليس له أصل من حديث يحيى بن سعيد " وقال الذهبى فى " الميزان ": "أبرد بن أشرس قال ابن خزيمة : كذاب وضاع ." قلت : وقد حاول بعض ذوى الأهواء من المعاصرين تمشية حال هذا الحديث بهذا اللفظ الباطل، وتضعيف هذا الحديث الصحيح، وقد بينت وضع ذاك فى "سلسلة الأحاديث الضعيفة " رقم (1035) ، والغرض الآن إتمام الكلام على هذا اللفظ الصحيح، فقد تبين بوضوح أن الحديث ثابت لا شك فيه، ولذلك تتابع العلماء خلفا عن سلف على الاحتجاج به حتى قال الحاكم فى أول كتابه "المستدرك ": " إنه حديث كبير فى الأصول (سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۲۰۴)

؎ قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح .هشام بن عمار متابع.

وأخرجه ابن أبى عاصم فى "السنة "(64) ومن طريقه الضياء المقدسى فى "المختارة "(2500) عن هشام بن عمار، بهذا الإسناد. وأخرجه الضياء المقدسى (2499) من طريق أبى عامر موسى بن عامر بن خريم، عن الوليد بن مسلم، بهذا الإسناد .وهذا إسناد حسن. وأخرجه أحمد (12208) من طريق زياد بن عبد الله النميرى، عن أنس .والنميرى ضعيف. وانظر تمام تخريجه وبيان طرقه عند أحمد. ويشهد له حديث عوف بن مالك السالف قبله، وانظر تمام شواهده عنده(حاشية سنن ابن ماجه)

وقال البوصيرى: هذا إسناد صحيح رجاله ثقات (مصباح الزجاجة، تحت رقم الحديث ۱۴۰۲)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے اکہتّر (71) فرقے ہوئے اور میری امت کے بہتّر (72) فرقے ہوں گے، سب کے سب آگ میں ہوں گے، سوائے ایک کے اور وہ ایک "اَلْجَمَاعَةُ" ہے (ابن ماجہ)

جماعت سے مراد اہلِ سنت ہیں، جس کی سب سے پہلی مصداق صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی جماعت ہے، اور پھر قیامت تک آنے والے، وہ افراد، جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے طریقہ پر ہوں، وہ بھی صحابۂ کرام کی اتباع میں درجہ بدرجہ اس کا مصداق ہیں۔ [1]

معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابوعامر عبداللہ بن لحی سے روایت ہے کہ:

حَجَّجْنَا مَعَ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِیْ سُفْيَانَ، فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ قَامَ حِيْنَ صَلّٰى صَلَاةَ الظُّهْرِ، فَقَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ أَهْلَ الْكِتَابَيْنِ افْتَرَقُوْا فِیْ دِيْنِهِمْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً، وَإِنَّ هٰذِهِ الْأُمَّةَ سَتَفْتَرِقُ عَلٰى ثَلَاثٍ وَّسَبْعِيْنَ مِلَّةً يَعْنِیْ: اَلْأَهْوَاءَ، كُلُّهَا فِی النَّارِ إِلَّا وَاحِدَةً، وَهِیَ الْجَمَاعَةُ، وَإِنَّهُ سَيَخْرُجُ فِیْ أُمَّتِیْ أَقْوَامٌ تَجَارٰى بِهِمْ تِلْكَ الْأَهْوَاءُ كَمَا يَتَجَارَى الْكَلْبُ بِصَاحِبِهٖ، لَا يَبْقٰى مِنْهُ عِرْقٌ وَلَا مَفْصِلٌ إِلَّا دَخَلَهٗ، وَاللّٰهِ يَا مَعْشَرَ الْعَرَبِ لَئِنْ لَّمْ تَقُوْمُوْا بِمَا جَاءَ بِهٖ نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

---

[1] (ستفترق هذه الأمة على ثلاث وسبعين فرقة كلها فى النار إلا واحدة قيل :من يا رسول الله؟ قال: الجماعة) وفى لفظ :(من كان على ما أنا عليه وأصحابى) .فقوله :(من كان على ما أنا عليه وأصحابى) يدل على اتباع السنة، واتباع ما كان عليه الرسول صلى الله عليه وسلم، ووصفهم بأنهم جماعة ثم كونه يقول : إنهم أهل سنة وإنهم ليسوا جماعة هذا كلام غير صحيح؛ لأن أهل السنة هم الجماعة، والجماعة وأهل السنة والطائفة المنصورة والفرقة الناجية؛ كل هذه الصفات لفرقة واحدة، وهم من هم على ما كان عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم وأصحابه، وكونه يصير هناک شیء من الاختلاف والتنافر لأمور دنيوية أو لأمور أخرى هذا لا يؤثر على الاتفاق فى العقيدة وعلى ما كان عليه سلف الأمة، فإذا وجد شیء من ذلک لا يقال :إن هذا يقتضى أن يفرق بين السنة والجماعة، وأن السنة شیء والجماعة شیء ، بل أهل السنة هم الجماعة، والجماعة هم أهل السنة، وعقائد أهل السنة فيها ذكر السنة والجماعة معاً فلا يقال :إن هذا شیء وهذا شیء آخر .معنى المنهج وضابطه الصحيح(شرح سنن ابی داؤد لعبدالمحسن العباد، ج۱۳ ص ۲۸۲، حكم من يقول السلفيون فى هذا الزمان أهل سنة وليسوا أهل جماعة)

لَغَیْرُکُمْ مِنَ النَّاسِ أَحْرٰی أَنْ لَّا یَقُوْمَ بِهٖ (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۶۹۳۷، مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۴۴۳، ابوداؤد، رقم الحدیث ۴۵۹۷) [1]

ترجمہ: ہم نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا، جب ہم مکہ مکرمہ پہنچے، تو وہ ظہر کی نماز پڑھ کر کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہود ونصاریٰ اپنے دین میں بہتّر (72) فرقوں میں تقسیم ہوگئے، جبکہ یہ امت تہتّر (73) فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی، وہ سب جہنم میں جائیں گے سوائے ایک کے اور وہ ایک فرقہ جماعت کے نقشِ قدم پر ہوگا اور میری امت میں کچھ ایسی اقوام بھی آئیں گی، جن پر یہ فرقے (اور خواہشات) اس طرح غالب آ جائیں گی، جیسے ''کُتّا'' کسی پر چڑھ دوڑتا ہے اور اس شخص کی کوئی رگ اور کوئی جوڑ ایسا نہیں رہتا، جس میں زہر سرایت نہ کر جائے، اللہ کی قسم! اے گروہِ عرب! اگر تم اپنے نبی کی لائی ہوئی شریعت پر قائم نہ رہے، تو دوسرے لوگ تو زیادہ ہی اس پر قائم نہ رہیں گے (مسند احمد، ووحاکم)

کئی احادیث میں حق پرست جماعت کے تا قیامت باقی رہنے کا بھی ذکر آیا ہے۔ [2]

---

[1] قال شعیب الارنؤوط:إسناده حسن، وحدیثُ افتراق الأمة منه صحیح بشواهده(حاشیة مسند احمد)
وقال الحاکم:
هـذه أسانید تقام بها الحجة فی تصحیح هذا الحدیث، وقد روی هذا الحدیث عن عبد اللـه بن عمرو بن العاص وعمرو بن عوف المزنی بإسنادین تفرد بأحدهما عبد الرحمن بن زیاد الأفریقی، والآخر کثیر بن عبد الله المزنی، ولا تقوم بهما الحجة.
وقال الذهبی فی التلخیص: هذه أسانید تقوم بها الحجة.

[2] عن المغیرة بن شعبة، عن النبی صلی الله علیه وسلم، قال:لا یزال طائفة من أمتی ظاهرین، حتی یأتیهم أمر الله وهم ظاهرون(بخاری ،رقم الحدیث ۷۳۱۱)
عن ثوبان، قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لا تزال طائفة من أمتی ظاهرین علی الحق، لا یضرهم من خذلهم، حتی یأتی أمر الله وهم کذلک(مسلم،رقم الحدیث ۱۹۲۰ "۱۷۰")
عن عبد الرحمن بن یزید بن جابر، أن عمیر بن هانء، حدثه، قال: سمعت معاویة، علی المنبر یقول: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: لا تزال طائفة من أمتی قائمة بأمر الله، لا یضرهم من خذلهم أو خالفهم، حتی یأتی أمر الله وهم ظاهرون علی الناس(مسلم، رقم الحدیث ۱۰۳۷ "۱۷۴")

اکثر محدثین نے مذکورہ حدیث میں ’’اہلِ اھواء‘‘ سے ’’مبتدعین‘‘ یعنی اہلِ بدعت کو مراد لیا ہے۔ [1]
اور اکثر اہلِ علم حضرات کی رائے یہ ہے کہ مذکورہ احادیث میں ایک فرقے کے علاوہ، جن تمام فرقوں کو ’’ناری‘‘ یعنی اہلِ اھواء قرار دیا گیا ہے، ان میں مسلمانوں کے فرقے ہی مراد ہیں، کافروں کے فرقے مراد نہیں، کیونکہ اس قسم کی احادیث میں اہلِ کتاب اور بنی اسرائیل کو جدا کر کے اس امت کے فرقوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ [2]

---

[1] قوله" :وفي رواية معاوية "؛ يعني :روى هذا الحديث معاوية بن أبي سفيان كما رواه عبد الله، إلا أن معاوية يقول " :كلهم في النار وواحدة في الجنة "وباقي حديثه كحديث عبد الله، وزاد معاوية " :وإنه سيخرج في أمتي قوم تتجارى بهم"؛ أي :تدخل فيهم وتجري فيهم "تلك الأهواء "؛ أي :تلك البدع.
(الأهواء) :جمع الهوى، وهي ما تشتهيه النفس، والمراد منه ها هنا :البدعة، سميت البدعة بـ (الهوى)؛ لأنه موضوع بهوى نفس الرجل ومراده، وليس موضوعا من جهة الشرع، وإنما قال : (تلك الأهواء) بلفظ الجمع؛ لأن لكل قوم من المبتدعين ملة موضوعة توافق هواهم .قوله:" كما يتجارى الكلب :"أي: كما يجرى الكلب "بصاحبه"؛ أي: بمن به الكلب .و (الكلب)؛ بفتح اللام: قرحة تكون في الإنسان من عض الكلب المجنون، وإذا عض الكلب المجنون إنسانا، يحصل به شبه الجنون، ويتفرق أثره إلى جميع أجزائه، من كلب – بكسر العين في الماضي وفتحها في الغابر – كلابا: إذا صار الكلب مجنونا .قوله:" لا يبقى منه عرق ولا مفصل إلا دخله"؛ يعني: كما يدخل الكلب في جميع أعضاء الرجل، فكذلك البدعة تدخل وتؤثر في جميع أعضاء المبتدع، بحيث لا يقدر أحد أن يزيلها عنه(المفاتيح في شرح المصابيح ، لحسين بن محمود الحنفي المظهري، ج ا ص ۲۸۰، ۲۸۱، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة)

[2] قوله :(وتعطيل) هم القائلون بخلو الذات عن الصفات.
قوله :(فصاروا اثنتين وسبعين) فرقة كلهم في النار، والفرقة الزائدة على هذا العدد هي الناجية، وهي ما كانت على ما كان عليه النبي صلى الله عليه وسلم وأصحابه الكرام، ففي الحديث الشريف :وستفترق أمتي على ثلاث وسبعين فرقة كلها في النار إلا واحدة، قلنا :من هي يا رسول الله، قال :من كان على ما أنا عليه وأصحابي وإضافة الفرقة الناجية من النار وهم أهل السنة والجماعة في الحديث الشريف إلى ما ذكر تكملة إلى الثلاث والسبعين فرقة.
ولنذكرها على طريق الاجمال فنقول :أصناف الخوارج اثنا عشر :الازرقية والاباحية والخازمية والتغلية والخلقية والكوزية والمكتوية والمعتزلة والميمونية والمجلية والاخنسية والمشراقية.
وأصناف الروافضة اثنا عشر أيضا :العلوية والاموية والشعيبية والاسحاقية والزيدية والعباسية والاسماعيلية والامامية والمتناسخة والاعينية والراجعية والمرشية.
وأصناف القدرية اثنا عشرة أيضا الخمرية والشعرية والكيسانية والشيطانية والشركية والوهمية والعروندسية والمناسية والمتبرية والباسطية والنظامية والمعتزلة.
وأصناف الجبرية اثنا عشر أيضا :المطرية والافعالية والمتربية والباسطية والنظامية والمعتزلة.
وأصناف الجبرية اثنا عشر أيضا :المطرية والافعالية والمركوعية والصنجارية والمباينة والصبية والسابقية والحرفية والكرفية والخشية والحشرية والمعينية.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مذکورہ احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت میں ستّر (70) سے زیادہ فرقے بن جانے اوران میں سے ایک کے حق پر اور باقیوں کے باطل پر ہونے کی خود وضاحت فرمادی ہے، اور ساتھ ہی حق پرست فرقے کی ایسی پہچان اور معیار بھی مقرر فرمادیا ہے کہ جس پر تا قیامت، اہلُ السنۃ والجماعۃ کے علاوہ کوئی بھی فرقہ پورا نہیں اتر سکتا، اگرچہ وہ اپنی زبان سے اس کا کتنا ہی مضبوط ومزین دعویٰ کیوں نہ کرے، کیونکہ زبانی جمع وخرچ کا کوئی اعتبار نہیں ہوا کرتا، جب تک اس کا حقیقت سے تعلق نہ ہو۔

ملاعلی قاری رحمہ اللہ نے ''مشکاۃُ المصابیح'' کی شرح ''مرقاۃُ المفاتیح'' میں حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرمایا کہ:

(الأهواء) : جمع هوى وهو ميل النفس إلى ما تشتهيه، والمراد هنا البدعة، فوضعها موضعها وضعا للسبب موضع المسبب لأن هوى الرجل هو الذى يحمله على إبداع الرأى الفاسد أو العمل به، وذكر الأهواء بصيغة الجمع تنبيها على اختلاف أنواع الهوى وأصناف البدع (مرقاة المفاتيح، ج ا ص ٢٦٠، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة)

ترجمہ: ''الاھواء'' جمع ہے ''ھوی'' کی، جو نفس کے اپنی خواہش کی طرف مائل ہونے کا نام ہے، اور یہاں پر ''الاھواء'' سے مراد ''بدعت'' ہے، جس کو اس کی جگہ رکھ دیا گیا ہے ''مسبب'' کی جگہ ''سبب'' رکھنے کے طور پر، کیونکہ آدمی کی خواہش، اس کو فاسد رائے، یا فاسد عمل کے ایجاد کرنے پر ابھارتی ہے، اور ''الاھواء'' جمع کے صیغے کے ساتھ ''الاھواء'' کی مختلف انواع اور بدعت کی مختلف اصناف پر تنبیہ کرنے کے لیے ذکر کیا گیا (مرقاۃ)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأصناف الجهمية :أى التعطيل اثنا عشر أيضا :المعطلة واللازقية والمواردية والخرقية والمملوقية والقهرية والغائية والزنادقة والراهفية والقطية والمرسية والعبرية.

وأصناف المرجئة اثنا عشر أيضا :التاركية والسبيئة والراجية والشاكية والبهشية والعملية والمشبهة والاقربة والبدعية والمنبسية والحشوية والبعوضية كما فى فتاوى الشيخ أمين الدين بن عبد العال(قره عين الأخيار لتكملة رد المحتار، ج٧، ص ٥٢٢، كتاب الشهادات، باب القبول وعدمه)

نیز ملا علی قاری رحمہ اللہ نے ''مشکاۃُ المصابیح '' کی شرح ''مرقاۃُ المفاتیح ''میں ہی، علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ:

الصواب عند الأكثرين من علماء السلف والخلف أنا لا نكفر أهل البدع والأهواء إلا إن أتوا بمكفر صريح لا استلزامي؛ لأن الأصح أن لازم المذهب ليس بلازم (مرقاة المفاتيح، ج ١، ص ١٨٠، كتاب الايمان، باب الإيمان بالقدر)

ترجمہ: اکثر علمائے سلف وخلف کے نزدیک درست بات یہ ہے کہ ہم اہلِ بدعت اور اہلِ ہواء کو کافر قرار نہیں دیتے، اِلّا یہ کہ وہ کفرِ صریح کا ارتکاب کریں، نہ کہ کفرِ استلزامی کا، کیونکہ اصح یہ ہے کہ مذہب کا لازم، لازم نہیں ہوتا (مرقاۃ)

اس سے معلوم ہوا کہ اہلِ ھواء سے، اہلِ بدعت مراد ہوتے ہیں، جو اپنی خواہشِ نفس کی بناء پر فاسد رائے، یا عمل کو اختیار کرتے ہیں۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اکثر سلف وخلف کے نزدیک درست بات یہ ہے کہ ''کفرِ استلزامی '' کی وجہ سے کسی پر ''کفرِ صریح '' کا حکم نہیں لگایا جائے گا، اہلِ بدعت کے سلسلے میں اس اصول کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ [1]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ ''مشکاۃُ المصابیح '' کی شرح ''لمعاتُ التنقیح ''میں فرماتے ہیں کہ:

الصواب أن لا نتسارع إلى تكفير أهل الأهواء المتأولين؛ لأنهم لا يقصدون بذلك اختيار الكفر ولا يرضون به، وقد تمسكوا بالكتاب والسنة ويذلوا جهدهم فى إصابة الحق فأخطؤوا، والتكفير لا يطلق إلا

---

[1] يطلق الهوى على ميل النفس وانحرافها نحو الشيء، ثم غلب استعماله فى الميل المذموم والانحراف السيء .ونسبت البدع إلى الأهواء، وسمى أصحابها بأهل الأهواء؛ لأنهم اتبعوا أهوائهم فلم يأخذوا الأدلة مأخذ الافتقار إليها والتعويل عليها، بل قدموا أهوائهم واعتمدوا على آرائهم، ثم جعلوا الأدلة الشرعية منظورا فيها من وراء ذلك(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٨ص ٣١، مادة " بدعة ")

والهوى اصطلاحا: قال عبد العزيز البخارى: الهوى ميلان النفس إلى ما تستلذ به من الشهوات من غير داعية الشرع .ويسمى أهل البدع بأهل الأهواء (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٤٢ص ١١٣، مادة " هوى ")

بعد البیان الجلی، والفرق ما بین لزوم الکفر والتزامه، وهذا القول هو مذهب المحققین من علماء الأمة نظرا واحتیاطا، وقد نهینا عن تکفیر أهل القبلة، وکل ما وقع فی شأنهم مما یدل علی التکفیر، فهو من باب الزجر والتشدید والمبالغة فی التضلیل والمجاز والتمثیل (لمعات التنقیح فی شرح مشکاة المصابیح، للشیخ عبدالحق الدهلوی، ج ۱ ص ۳۹۵، کتاب الإیمان، باب الإیمان بالقدر، الفصل الثانی)

ترجمہ: درست بات یہ ہے کہ ہم تاویل کرنے والے ''اھلِ ھواء'' کی تکفیر میں جلد بازی نہ کریں، کیونکہ وہ اس سے کفر کو اختیار کرنے کا قصد نہیں کرتے، اور نہ کفر پر راضی ہوتے، بلکہ وہ کتاب وسنت سے دلیل پکڑتے ہیں، اور اپنی جدوجہد کو حق کی جستجو میں خرچ کرتے ہیں، پھر وہ خطا کرتے ہیں، اور ''تکفیر'' کا اطلاق، واضح بیان کے بعد ہی کیا جاتا ہے، اور ''لزومِ کفر'' و''التزامِ کفر'' کے مابین فرق ہے، اور یہی قول علمائے امت کے محققین کا مذہب ہے، جو دلائل میں غور وفکر اور احتیاط کے نتیجے میں وجود میں آیا ہے، اور ہمیں اہلِ قبلہ کی تکفیر سے منع کیا گیا ہے، اور وہ تمام چیزیں، جو اہلِ ھواء کی شان میں تکفیر کے متعلق واقع ہوئی ہیں، تو وہ زجر وتشدید اور گمراہی میں مبالغہ اور مجاز وتمثیل کے باب سے تعلق رکھتی ہیں (لمعات التنقیح)

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ نے ''ردُّالمحتار'' میں ایک مقام پر فرمایا کہ:

''اہلِ اھواء، وہ اہلِ قبلہ شمار ہوتے ہیں، جن کے عقائد اہلِ سنت والے نہیں ہیں، اور وہ ''جبریہ، قدریہ، روافض، خوارج، معطلہ اور مشبہۃ'' جیسے فرقے ہیں، اور ان میں سے ہر ایک کے متعدد فرقے ہیں، جو مل کر بہتّر (72) فرقے بن جاتے ہیں''۔انتھٰی۔ [1]

محدثین اور اہلِ علم حضرات کی اس طرح کی بہت زیادہ تشریحات ہیں، جن کے پیشِ نظر، اہلُ السنۃ والجماعۃ کے علاوہ دیگر تمام فرقے، اہلِ بدعت میں داخل ہیں۔

---

[1] أهل الهوى أهل القبلة الذين لا يكون معتقدهم معتقد أهل السنة، وهم الجبرية والقدرية والروافض والخوارج والمعطلة والمشبهة، وكل منهم اثنتا عشرة فرقة فصاروا اثنين وسبعين(رد المحتار على الدر المختار، ج٦،ص٢٩٨، كتاب الوصايا،باب الوصية بالخدمة والسكنى والثمرة،فصل فى وصايا الذمى وغيره)

اور امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل اور دیگر مجتہدین ومحدثین کے طریقوں پر چلنے والے وہ تمام مسالک، جوسنت اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقوں کو مشعلِ راہ بناتے ہیں، وہ سب کے سب ''اہل السنۃ والجماعۃ'' میں داخل ہیں، اور ان کے درمیان جن مسائل میں اختلاف ہے، وہ اصولی نوعیت کا نہیں، اس وجہ سے ان میں کوئی مسلک وفقہ بھی اہلِ اھواء واہلِ بدعت میں داخل نہیں، اور جو فرقے سنت کے بجائے بدعت کو اختیار کرتے ہیں، اور صحابۂ کرام کی جماعت کو پسند کرنے کے بجائے، ان کو غلط کہتے ہیں، یا ان سے بغض وعداوت رکھتے ہیں، جیسا کہ خوارج اور روافض وغیرہ، وہ سب اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج ہیں، اسی لیے اہل السنۃ والجماعۃ کے مقابلے میں کوئی ''خارجی'' کہلاتا ہے، اور کوئی ''رافضی'' کہلاتا ہے۔

لیکن اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج ہو کر اہلِ بدعت میں داخل ہونے سے انسان کافر نہیں ہو جاتا، اس لیے جمہور مجتہدینِ عظام وفقہائے کرام نے اہلِ بدعت کو من حیث المجموع، دائرۂ اسلام سے خارج قرار نہیں دیا۔ واللہ اعلم۔

مقالات ومضامین مفتی محمد رضوان

افادات وملفوظات

اجتہادی واختلافی باتوں میں افراط وتفریط

(22ذوالحجہ1441ھ)

یہ بات بار باراور وقتاً فوقتاً بتلائی جاتی رہتی ہے کہ دین کے اجتہادی واختلافی مسائل کو اپنے اپنے درجے پر رکھنا چاہیے، ان کو نہ تو اپنے درجہ سے گھٹانا چاہیے، نہ ہی اپنے درجہ سے بڑھانا چاہیے، آج کل علمی دنیا میں اس چیز کی بڑی کمی دکھائی دیتی ہے، اور جب علمی دنیا میں اس قسم کے مسائل کے اندر اعتدال کالحاظ بہت کم رہ گیا ہے، تو عوام کی کیا حالت ہوگی، اس کا اندازہ خود سے لگایا جاسکتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ہم آج کل دیکھتے ہیں کہ بہت سے علماء بھی ذرا ذرا سی باتوں پر دوسرے کو خطاوار قرار دیتے ہیں، اور بعض اوقات، اس سے بھی آگے بڑھ کر دوسرے کو فاسق قرار دینے میں جھجک محسوس نہیں کرتے، اور بعض لوگوں کی جرأت اس سے بھی آگے بڑھ گئی ہے کہ وہ تو کافر کے فتوے سے نیچے بات کرنے کو ہی تیار نہیں ہوتے، پھر وہ اس سے نیچے کی بات پر سمجھوتہ کرنے کے لیے کیسے آمادہ ہوں گے۔

اس طرزِ عمل کا نتیجہ ہے کہ اس طرح کے علمائے کرام خود ہی ایک دوسرے کے ساتھ گتھم گتھا ہیں، پھر ایسے میں عوام بے چاروں کا کیا بنے گا، جو ’’کالانعام‘‘ ہوتے ہیں۔

اگر کسی وقت راستے کے اندر دو گاڑیوں والوں کا جھگڑا ہوجائے، اور وہ آپس میں گتھم گتھا ہوجائیں، جن میں سے ہر ایک کے ساتھ مسافروں کی بڑی تعداد بھی سوار ہو، تو ظاہر ہے کہ عوام کو اپنی منزل تک پہنچنا دشوار ہوجائے گا، اور بعض اوقات کسی ناگہانی حادثہ کا شکار ہوکر ’’ہم تو ڈوبے ہیں، صنم، تم کو بھی لے ڈوبیں گے‘‘ والی بات ہی سامنے آئے گی۔

اسی قسم کی صورتِ حال آج کل دین کے اجتہادی واختلافی مسائل میں بہت زیادہ درپیش ہے، جس

کی وجہ سے ہر طرف طوفانِ بدتمیزی نظر آتا ہے، ہر ایک دوسرے کے خلاف اپنے ہتھیار استعمال کرنے میں لگا ہوا ہے، جس میں عوام کی فوج بھی دوسرے کے خلاف تیار کرنے میں مصروف ہے، عجیب تماشا بنا ہوا ہے۔

دینی و مذہبی عنوان سے شائع ہونے والے رسائل و مجلّات پر جب نظر ڈالی جاتی ہے، تو اس قسم کی چیزوں کا اتنا بڑا مواد و انبار نظر آتا ہے کہ جس کی حد نہیں، انٹرنیٹ پر نشر ہونے والے مواد کی تو کوئی شمار و انتہاء ہی نہیں۔

دین کے عنوان، اور دین کے نام پر اس طرح کی حرکات کرنے والوں کو نہ تو اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے قرآن مجید میں اختیار کردہ انداز کو ملاحظہ کرنے کی توفیق ہوتی، نہ ہی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا جائزہ لینے کی فرصت ملتی، اور نہ ہی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور سلفِ صالحین کے کردار کا مطالعہ کرنے کا موقع حاصل ہوتا، جس کی وجہ سے آج دینِ اسلام کے نام سے ہونے والی کوششوں سے وہ ثمرات حاصل نہیں ہو پاتے، جو خیرُ القرون اور سلف کے دور میں حاصل ہوتے تھے کہ سلف تو کفار کے مقابلے میں تھوڑے اور کم وسائل کے حامل ہونے کے باوجود بھی غالب شمار ہوتے تھے، لیکن آج جبکہ نہ تو مسلمانوں اور علمائے کرام کی تعداد کی دنیا میں کمی ہے، نہ وہی وسائل کی کمی ہے، اس سب کے باوجود، مسلمان ہر طرح سے کمزور اور مغلوب نظر آتے ہیں، اس کی اہم وجہ یہی ہے کہ ہمارے مسلمان بھائیوں کی صلاحیتوں کا بڑا حصہ آپس میں ایک دوسرے کے خلاف ان باتوں میں استعمال ہونے لگا ہے، جن باتوں میں سلف کا بھی اختلاف رہا، لیکن ان کی طرف سے ان کی تردید کے لیے موجودہ زمانے کی طرح صلاحیتوں کا بے دریغ استعمال نہیں کیا گیا، مگر آج کل اس قسم کی چیزوں پر ہی اپنی صلاحیتوں کو بڑے بھونڈے انداز میں استعمال کیا جاتا ہے، اور اہم مسائل کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

اس صورتِ حال کا ہی نتیجہ ہے کہ اکثر مسلمانوں میں دین کے بنیادی، اصولی اور متفق علیہ و مجمع علیہ احکام پر عمل نہیں، لیکن چھوٹی چھوٹی باتوں میں ایک دوسرے کے خلاف محاذ آرائی جاری ہے۔ ؏

کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

اس افراط وتفریط کی وجہ علم کی کمی ہے، کیونکہ صرف ایک طرف کی بات، یا ایک طرح کے قول کو پڑھ کر اور پڑھا کر یہ سمجھا جاتا ہے کہ بس یہی شریعت کا واضح حکم ہے، اور اس بات کا علم نہیں ہوتا کہ یہ صرف ایک قول ہے، اور اس میں علماء وفقہائے حق کے دوسرے اقوال بھی ہیں، اس لیے اس قول سے اختلاف کرنے والوں پر نکیر کی جاتی ہے، اور اس پر سخت ردِ عمل کا اظہار کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس روش سے مسلمانوں کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔

حق کو قبول نہ کرنا

(28 ذوالحجہ 1441ھ)

ہمارے یہاں ضد بازی، تعصب وتشدد وغیرہ جیسی بداخلاقیوں نے ایسا زور پکڑ لیا ہے کہ وہ بی بی تمیزن کے وضو کی طرح، نہ عالمِ دین کے علم میں خلل پیدا کرتیں، نہ صوفی کے تصوف میں خلل واقع کرتیں، نہ دیندار کے دین کے لیے نقصان دہ ثابت ہوتیں، نہ ہی کسی مفتی کے منصب کو متاثر کرتیں، کسی مناظر کے مناظرہ میں رکاوٹ پیدا کرنے کا تو سوال ہی نہیں۔

بس جو بات قلم، یا زبان سے ایک مرتبہ نکل گئی، اسے پتھر کی لکیر سمجھا جاتا ہے، جسے دوسرا تو درکنار، لکیر ڈالنے والا بھی مٹا نہیں سکتا۔

ان حالات کو دیکھتے ہوئے افسوس ہوتا ہے کہ کہاں امت کے اسلاف کا حال، اور کہاں ان کی طرف نسبت کرنے والے موجودہ ان لوگوں کا طرزِ عمل۔

حالانکہ جن اسلاف کا نام لے کر آج عوام کی طرف اپنی نسبتوں کا اظہار اور فخر کیا جاتا ہے، ان کے ناموں کے عوام سے نعرے لگوائے جاتے ہیں، اور عوام کے سامنے اپنے آپ کو ان اسلاف کی فوج اور سپاہی بنا کر پیش کیا جاتا ہے، ان اسلاف کا لوگوں کے دلوں میں ادب واحترام اور ان کا دنیا میں نام، دراصل ان کے اپنے کردار کی وجہ سے قائم ہے، جو من جانب اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں ڈالا گیا ہے، اگر نعوذ باللہ تعالیٰ ان کا کردار، ان کی طرف ظاہری نسبت کرنے والے موجودہ حضرات جیسا ہوتا، تو آج ان کا شاید تاریخ میں نام بھی نہ ملتا۔

پھر جو یہ سمجھا یہ جاتا ہے کہ سلف واسلاف کا ادب واحترام موجودہ لوگوں کے شور وغوغا کرنے سے

قائم ہے، یہ سخت غلط فہمی ہے۔

بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ اگر ان کی طرف ظاہری نسبت کرنے والوں کا موجودہ طرزِ عمل نہ ہوتا، تو سلف کی شہرت وقبولیت زیادہ ہوتی، کیونکہ جب عام لوگ، موجودہ نسبت کرنے والے حضرات کو دیکھتے کہ یہ حضرات کتنے بلند اخلاق واعمال کے حامل ہیں، تو اس کی وجہ سے ان کی نسبتوں کی مزید قدر وشہرت ہوتی۔

اب جب عوام ان اسلاف کے واقعات اور کردار کو ملاحظہ کرکے، موجودہ نسبت کرنے والوں کے طرزِ عمل کا تقابل کرتے ہیں، تو یا تو ان کو ان واقعات ہی میں شبہ ہونے لگتا ہے کہ یہ سچے بھی ہیں؟ اور یا پھر موجودہ حضرات کی نسبتوں کی ان کے سامنے قلعی کھل جاتی ہے۔

جن اسلاف کی طرف موجودہ حضرات اپنی نسبت کرتے ہیں، کیا ان کا طرزِ عمل بھی ایسا ہی تھا کہ وہ اپنی زبان، یا قلم سے نکلی ہوئی بات پر اَڑی کیا کرتے ہوں، یا دوسروں، بلکہ مخالفین کے ساتھ تعصب اور بے جا تشدد اختیار کرتے ہوں، اور اپنی کسی بھی بات پر ڈٹ جایا کرتے ہوں، اور غلطی معلوم ہوجانے کے باوجود، اس پر قائم ہی رہتے ہوں، ظاہر ہے کہ سلف کا یہ طرزِ عمل ہرگز نہ تھا، وہ تو ہمہ وقت اور ہر جگہ سے حق کے متلاشی رہتے تھے، ان کو اگر اچھی اور حق بات اپنے مخالفین سے بھی ملتی تھی، اس کو لینے اور قبول کرنے میں بھی کوئی شرم وعار محسوس نہیں کیا کرتے تھے۔

اور ایک آج کے زمانے کے یہ نام لینے والے حضرات ہیں، جن کو اسلاف سے تو درکنار، اگر قرآن وحدیث سے بھی کوئی دلیل اپنے کسی قول کے خلاف معلوم ہوجائے، تو اس کو قبول کرنے کے لیے آسانی سے آمادہ نہیں ہوتے، خواہ قرآن وسنت اور سلف کے اقوال میں دور دراز کی دسیوں تاویلیں کیوں نہ کرنی پڑیں، اپنے قول پر ڈٹے اور جمے رہتے ہیں، اور یہ سوچنے کی زحمت بھی نہیں کرتے کہ جن کی طرف رات، دن ہم اپنی نسبتیں کرکے نہیں تھکتے، اگر ہماری جگہ وہ اسلاف ہوتے، کیا وہ بھی اس طرح کی ہٹ دھرمی اور ضد بازی کا مظاہر کرتے، اس پر یکسوئی اور توجہ کے ساتھ غور کرنے سے اپنی نسبتوں کی حقیقت اور اس کی گہرائی تک ہر شخص بآسانی پہنچ سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فہمِ سلیم عطاء فرمائے۔ آمین۔

مقالات ومضامین مولانا شعیب احمد

خلافِ منشا امور پیش آنے پر اسوۂ رسول ﷺ

روزمرہ کی زندگی میں تمام امور انسان کی اپنی خواہش، مرضی اور مزاج کے مطابق پیش نہیں آیا کرتے۔ متعدد مرتبہ ایسا ہوجاتا ہے کہ آدمی کی منشا اور خواہش کچھ ہوتی ہے لیکن واقعات وحالات اس کے برخلاف ظاہر اور رونما ہوجاتے ہیں۔ ایسے میں ذہنی کوفت اور اذیت کا پیدا ہوجانا بدیہی امر ہے۔
ذہنی کوفت اور اذیت کے ان لمحات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ اور سیرت ہماری دستگیری اور راہنمائی کے لیے موجود ہے۔ جس کی پیروی کرنے کے نتیجے میں انسان کو تشویش اور اذیتوں میں مبتلا ہونے سے نجات حاصل ہوسکتی ہے۔ آنے والی سطور میں ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی اسوۂ مبارک اور سنتِ طیبہ پر کچھ روشنی ڈالیں گے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ سنتیں مثلاً داڑھی، عمامہ اور مسواک وغیرہ تو عموماً مسلمانوں کو معلوم ہوا ہی کرتی ہیں اور مسلمانوں کی ایک قابلِ ذکر تعداد اس پر عمل پیرا بھی رہتی ہے۔ تاہم آپ علیہ الصلاۃ والسلام کی بعض سنتیں ایسی بھی ہیں جو بسا اوقات نظروں سے اوجھل ہوجاتی ہیں اور ان پر عمل کا خیال اور احساس کم ہی ہستیوں کو ہوا کرتا ہے۔

ایسی ہی سنتوں میں ایک سنت یہ بھی ہے کہ اپنی محنت اور کوشش کے باوجود اگر کسی کام کا نتیجہ اپنی مرضی، خواہش اور مزاج کے مطابق برآمد نہ ہو تو اس کو اپنی انا کا مسئلہ نہ بنایا جائے۔ اُس پر کفِ افسوس ملنے اور اُسے دل پر لینے کی بجائے پیش آمدہ صورتحال کے فوائد کو سوچنا چاہیے اور اسی میں اپنے لیے خیر اور بھلائی تلاش کی جائے۔

اس حوالہ سے ہم احادیثِ نبویہ سے چند ایسی مثالیں پیش کرتے ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ روزمرہ کی گھریلو اور نجی زندگی میں اپنی مرضی اور منشاء کے خلاف واقعات اور حالات پیش آجانے کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنی انا کا مسئلہ نہیں بنایا، نہ خلافِ منشا نتائج نکلنے پر اپنے آپ کو تشویش میں مبتلا کیا اور نہ ہی اپنے متعلقین میں سے کسی کو اُن حالات کا ذمہ دار یا قصوروار ٹھہرایا۔

چنانچہ احادیث میں آتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو لیلۃ القدر کی اطلاع دینے کے لیے اپنے گھر سے باہر نکلے۔ راستے میں دو مسلمان آپس میں لڑ رہے تھے۔ جس کے نتیجے میں لیلۃ القدر کی متعین تاریخ دنیا سے اٹھالی گئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس واقعہ کی اطلاع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دی تو ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ:

"وَعَسٰی أَنْ يَكُوْنَ خَيْرًا لَكُم التَمِسُوهَا فِي السَّبْعِ وَالتِّسْعِ وَالخَمْسِ"

(صحیح البخاری ، رقم الحدیث : ۴۹ ، کتاب الایمان ، باب خوف المؤمن من أن یحبط عمله وهو لا یشعر)

"اور ہوسکتا ہے تمہارے لیے یہی بہتر ہو۔ (اب) لیلۃ القدر کو (رمضان کی) پچیسویں، ستائیسویں اور انتیسویں شب میں تلاش کرو" (بخاری)

دیکھیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ناگوار واقعہ کو اپنے ذہن پر سوار نہیں کیا اور نہ ہی لوگوں میں مایوسی کے اثرات پیدا ہونے دیے۔ بلکہ اس ناگوار واقعہ کے پیش آجانے کے بعد بھی آپ نے اس کے مثبت پہلو اور مفید رُخ کی طرف لوگوں کی توجہ مبذول کرائی۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک مرتبہ ہم منیٰ کے غار میں تھے کہ اچانک سانپ نکل آیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس کو مارنے کا حکم دیا۔ ہم اسے مارنے کے لیے آگے بڑھے ہی تھے کہ وہ بھاگ نکلا۔ جس پر آپ نے فرمایا کہ:

"وُقِيَتْ شَرَّكُمْ كَمَا وُقِيتُمْ شَرَّهَا" (صحیح البخاری ، رقم الحدیث : ۱۸۳۰ ، کتاب جزاء الصید ، باب ما یقتل المحرم من الدواب)

"وہ تمہارے حملے سے بچالیا گیا جیسا کہ تم اس کے شر (اور نقصان) سے بچالیے گئے" (بخاری)

اس سے بھی واضح ہے کہ اپنی منشا اور حکم کے خلاف نتیجہ نکلنے پر اس واقعہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو اپنے ذہن پر سوار کیا اور نہ ہی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کا ذمہ دار ٹھہرایا۔ بلکہ ایک جملہ کہہ کر اس واقعہ کو اپنے ذہن سے بھی جھٹک دیا اور اپنے اصحاب کو بھی تشویش میں مبتلا ہونے سے بچالیا۔

اسی طرح ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کی طلب محسوس ہوئی تو آپ نے اپنے گھر والوں سے

سالن کے متعلق دریافت فرمایا۔ معلوم ہوا کہ گھر میں کوئی سالن موجود نہیں، فقط سرکہ ہے۔ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے وہی سرکہ منگوا کر اس کے ساتھ ہی کھانا تناول فرمانا شروع کر دیا اور اپنے گھر والوں کی دلجوئی کے واسطے یہ بھی فرماتے رہے کہ سرکہ کیا ہی اچھا سالن ہے، سرکہ کیا ہی اچھا سالن ہے۔ [1] گھر میں سالن موجود نہ ہونے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی قسم کی خفگی یا ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا۔ جیسا کہ ہمارے ہاں عموماً مردوں کی عادت ہوا کرتی ہے کہ ایسے مواقع پر مختلف طریقوں سے اپنی ناگواری اور غصے کا اظہار کرتے ہیں۔

اسی نوعیت کا ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک چھوٹا بچہ لایا گیا۔ آپ نے اسے گود میں بٹھالیا۔ کچھ دیر بعد بچے نے آپ کی گود میں پیشاب کر دیا۔ اس ناگوار واقعہ پر بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی قسم کے غصے، ناگواری یا ناراضگی کا اظہار مروی نہیں۔ [2]

اس باب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ کی گواہی خاص طور پر قابلِ ملاحظہ ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے مدینہ میں دس سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی اور میں اس وقت کم عمر لڑکا تھا۔ جس کی وجہ سے میرا ہر کام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کے مطابق نہیں ہو پاتا تھا۔ لیکن آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے مجھے کبھی اف تک نہیں کہا اور نہ ہی کبھی یہ فرمایا کہ تم نے ایسا کیوں کیا یا ایسا کیوں نہیں کیا؟ [3]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اسوۂ مبارک ہمیں ایک عظیم درس دے رہا ہے کہ اپنی پسند، مرضی، مزاج اور خواہش کے خلاف واقعات و حالات پیش آجانے کو اپنے ذہن پر سوار نہ کیا جائے اور ان پر زیادہ پریشان اور متفکر ہونے کے بجائے انہیں ذہن سے جھٹک دینے میں ہی راحت و عافیت ہے۔ نیز ایسے مواقع پر اپنے متعلقین، دوست احباب اور گھر والوں کو بلاوجہ قصوروار اور ذمہ دار ٹھہرا کر انہیں بھی زدوکوب کرنے اور ذہنی اذیت میں مبتلا کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔

ہم خدا نہیں کہ اس دنیا میں تمام معاملات ہماری طبیعت، مزاج، مرضی اور منشا کے بالکل عین مطابق

[1] ملاحظہ ہو: صحیح مسلم ، رقم الحدیث : ۲۰۵۲ ، کتاب الأشربة ، باب فضیلة الخل و التأدم به.

[2] ملاحظہ ہو: صحیح مسلم ، رقم الحدیث : ۲۸۶ ، کتاب الطهارة ، باب حکم بول الطفل الرضیع.

[3] ملاحظہ ہو: سنن ابی داود ، رقم الحدیث : ۴۷۷۴ ، کتاب الأدب ، باب فی الحلم و أخلاق النبی ﷺ.

پیش آیا کریں۔عربی کا مشہور شاعر متنبّی کہتا ہے کہ ۔

ما کل ما یتمنی المرء یدرکه   تجری الریاح بما لا تشتهی السفن

ترجمہ:"ہر وہ شے جس کی انسان تمنا کرے،ضروری نہیں کہ وہ اس کو مل بھی جائے،ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہوائیں کشتیوں کی مخالف سمت میں چلتی ہیں"

اردو کے معروف شاعر اکبر الہ آبادی کی نصیحت بھی خوب ہے ۔

رضائے حق پہ راضی رہ، یہ حرفِ آرزو کیسا   خدا خالق خدا مالک خدا کا حکم،تو کیسا

آج بعض اچھے اچھے اہلِ علم حضرات کی نظر بھی بسا اوقات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت کی طرف نہیں جاتی اور وہ اپنی طبیعت،مزاج اور خواہش کے خلاف ذرا سی کوئی چیز نظر آجانے پر شدید متفکر ہونے کے ساتھ ساتھ اس پر اپنے متعلقین کی گرفت کرنا بھی ضروری خیال کرتے ہیں۔ یہ طرزِ عمل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ سے میل نہیں کھاتا۔

لہٰذا اپنے مزاج اور طبیعت کے خلاف امور جب پیش آجائیں تو خود کو ذہنی کوفت اور اذیت میں مبتلا کرنے کی بجائے اسی میں بھلائی اور بہتری تلاش کریں اور ایسے حالات و واقعات کو ذہن پر سوار کر کے شدید متفکر ہونے سے گریز کیجیے کہ ایک سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی ہے۔

بسلسلہ: تاریخی معلومات　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　مولانا طارق محمود

ماہِ شوال: دسویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

□......ماہِ شوال ۹۰۲ھ: میں حضرت علاءالدین علی الدقاق دمشقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔
(الكواكب السائرة بأعيان المئة العاشرة لنجم الدين الغزى، ج ۱ ص ۲۸۰)

□......ماہِ شوال ۹۰۶ھ: میں حضرت شیخ فرید الدین بن قطب الدین بن خلیل الدین عمری بنارسی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر لعبدالحيى الحسنى، ج۴ص ۳۹۴)

□......ماہِ شوال ۹۰۹ھ: میں حضرت قاضی غرس الدین خلیل اوسی رملی شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (الكواكب السائرة بأعيان المئة العاشرة لنجم الدين الغزى، ج ۱ ص ۱۹۳)

□......ماہِ شوال ۹۱۰ھ: میں حضرت قاضی القضاۃ ابوالطیب عفیف الدین حسن بن محمد بن محمد حنفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (الكواكب السائرة بأعيان المئة العاشرة لنجم الدين الغزى، ج ۱ ص ۱۸۶)

□......ماہِ شوال ۹۱۳ھ: میں حضرت علامہ قاضی شہاب الدین احمد اعزازی دمشقی صالحی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (الكواكب السائرة بأعيان المئة العاشرة لنجم الدين الغزى، ج ۱ ص ۱۵۱)

□......ماہِ شوال ۹۱۶ھ: میں حضرت شیخ عبدالعزیز بن خواجہ سالار بن فرید الدین انصاری سہارنپوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر لعبدالحيى الحسنى، ج۴ص ۳۶۶)

□......ماہِ شوال ۹۱۹ھ: میں حضرت شیخ علامہ نجم الدین محمد بن شکم دمشقی صالحی شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (الكواكب السائرة بأعيان المئة العاشرة لنجم الدين الغزى، ج ۱ ص ۳۱، وص ۵۱)

□......ماہِ شوال ۹۲۱ھ: میں حضرت شیخ علامہ شمس الدین بن شیخ محبّ الدین حسنی حصنی دمشقی شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (الكواكب السائرة بأعيان المئة العاشرة لنجم الدين الغزى، ج ۱ ص ۱۹)

□......ماہِ شوال ۹۲۳ھ: میں حضرت شیخ احمد بن محمد صفوی دمشقی شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔
(خلاصة الأثر فى أعيان القرن الحادى عشر لمحمد امين الحموى الدمشقى، ج ۱ ص ۲۸۱)

□......ماہِ شوال ۹۲۵ھ: میں حضرت علاءالدین ابوالحسن علی بن محمد حصکفی موصلی شافعی رحمہ اللہ

کا انتقال ہوا(الكواكب السائرة بأعيان المئة العاشرة لنجم الدين الغزی، ج ۱ ص ۲۶۷)

□......ماہِ شوال ۹۲۶ھ: میں حضرت قاضی القضاۃ محمد بن علی بن ابی بکر انصاری کرکی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(الكواكب السائرة بأعيان المئة العاشرة لنجم الدين الغزی، ج ۱ ص ۹۲)

□......ماہِ شوال ۹۳۰ھ: میں حضرت علامہ عرفہ بن محمد حیسوب فرضی دمشقی شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(الكواكب السائرة بأعيان المئة العاشرة لنجم الدين الغزی، ج ۲ ص ۲۶۱)

□......ماہِ شوال ۹۳۴ھ: میں حضرت تاج الدین عبدالوہاب بن احمد بن محمد کنجی دمشقی شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(الكواكب السائرة بأعيان المئة العاشرة لنجم الدين الغزی، ج ۲ ص ۱۸۵)

□......ماہِ شوال ۹۳۵ھ: میں حضرت شیخ ابوالفتح شمس الدین محمد بن ابراہیم بن فتح اللہ ربیعی اسماعیلی ملتانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر لعبدالحيى الحسنى، ج ۴ ص ۴۰۴)

□......ماہِ شوال ۹۳۶ھ: میں حضرت عفیف الدین عبداللہ بن ابی بدرون حسینی فاسی مکی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(الكواكب السائرة بأعيان المئة العاشرة لنجم الدين الغزی، ج ۲ ص ۱۵۳)

□......ماہِ شوال ۹۳۷ھ: میں حضرت علاء الدین علی بن محمد بن عزالدین حاضری حنفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(الكواكب السائرة بأعيان المئة العاشرة لنجم الدين الغزی، ج ۲ ص ۲۰۰)

□......ماہِ شوال ۹۳۸ھ: میں حضرت شمس الدین محمد بن برکات بن کیال شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(الكواكب السائرة بأعيان المئة العاشرة لنجم الدين الغزی، ج ۲ ص ۲۸)

□......ماہِ شوال ۹۴۱ھ: میں حضرت تاج الدین عبدالوھاب دمشقی شافعی مقری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (الكواكب السائرة بأعيان المئة العاشرة لنجم الدين الغزی، ج ۲ ص ۱۸۶)

□......ماہِ شوال ۹۴۵ھ: میں حضرت شیخ اسحاق بن محمد بن ابراہیم بن فتح اللہ ربیعی اسماعیلی ملتانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر لعبدالحيى الحسنى، ج ۴ ص ۳۰۹)

□......ماہِ شوال ۹۴۶ھ: میں حضرت شیخ عبداللہ بن یعقوب بن نصیرالدین انصاری تمیمی ملتانی اکبرآبادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر لعبدالحيى الحسنى، ج ۴ ص ۳۷۶)

□......ماہِ شوال ۹۵۰ھ: میں حضرت شمس الدین محمد بن عبدو خاتونی اردبیلی حنفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(الكواكب السائرة بأعيان المئة العاشرة لنجم الدين الغزی، ج ۲ ص ۴۴)

علم کے مینار — اسلامی فقہ کی ابتدائی تاریخ وترویج (قسط25) — مفتی غلام بلال

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

دنیائے اسلام میں فقہی مذاہب کا شیوع (حصہ اول)

اہلِ سنت والجماعت کے چاروں فقہی مسالک حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی مسلک کی تدوین وترویج، ان کی اشاعت اوران کا تعارف گزشتہ اقساط میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا جاچکا ہے، ذیل میں ان فقہی مذاہب کی موجودہ صورتِ حال اور دنیائے اسلام میں ان کی تقلید واتباع کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے۔

فقہی مذاہب ومسالک کی موجودہ صورتِ حال

فقہی مذاہب ومسالک کی تقلید واتباع اوران کی اشاعت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ اپنی مشہور کتاب ''حجة الله البالغة'' میں فرماتے ہیں:

''چوتھی صدی سے پہلے مسلمان کسی خاص مذہب کی تقلید پر مجتمع نہیں تھے، کسی خاص شخص کی آراء وافکار کا قائل ہونا، کسی خاص مذہب ومسلک پر فتویٰ دینا، اوران مسالک سے مروی روایات واقوال کو اختیار کرنا، اور کسی خاص مسلک سے تعلیم وتعلّم اوران سے تفقہ، پہلی اور دوسری صدی میں نہیں تھا۔

البتہ دوصدیوں کے بعد لوگوں میں تحقیق وتخریج کے کچھ کچھ اثرات ظاہر ہوئے، لیکن اس کے باوجود چوتھی صدی ہجری تک لوگ کسی خاص مسلک کی تقلید نہیں کرتے تھے، اور نہ کسی خاص مسلک ومذہب سے تفقہ اوراس کی آراء وافکار پر جمع تھے، اوراس میں علماء اورعوام سب برابر تھے، جیسا کہ تحقیق سے معلوم ہوتا ہے۔

اورعوام کا یہ حال تھا کہ ایسے اجتماعی شرعی مسائل کہ جس میں مسلمانوں اور جمہور مجتہدین کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہوتا تھا، اس میں صاحبِ شریعت کی اتباع کیا کرتے

تھے(جیسا کہ اصولی مسائل، لیکن جن مسائل میں اختلاف ہوا کرتا تھا، جیسا کہ کسی مسئلہ سے متعلق مختلف احادیث یا مختلف اقوال مروی ہوتے، تو تحقیق وترجیح کے اصولوں کے مطابق کسی امام کے قول کو اختیار کیا جاتا تھا)اور یہ لوگ وضو، غسل، نماز اور زکاۃ وغیرہ کے طریقوں کو اپنے آباؤ اجداد یا اپنے شہر کے معلمین سے سیکھتے تھے، اور فروعات میں ان طریقوں کو اختیار کرتے تھے، اور نئے پیش آمدہ مسائل وحوادث میں بلاتعیین حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی، جس مفتی وفقیہ سے چاہتے مسئلہ معلوم کرلیتے تھے۔

اورخواص میں جو لوگ محدثین تھے، وہ احادیثِ رسول اور آثارِ صحابہ کو لیتے تھے، تعارض یا باہم اختلاف کی وجہ سے احادیث وآثار پر عمل نہ کرسکتے، تو بعض متقدمین فقہاء کے کلام پر عمل کرتے، اور اگر کسی مسئلہ میں دو اقوال ہوتے، تو تحقیق وتطبیق سے قوی تر قول کو لیتے تھے، اور اس بات کا خیال نہیں کرتے تھے کہ یہ اہلِ مدینہ کا ہے یا اہلِ کوفہ کا، بلکہ جو قول ان کے نزدیک تحقیق وتخریج سے درست معلوم ہوتا، اس پر عمل کرلیتے۔

اورخواص میں جو علماء اہلِ تخریج وتحقیق میں سے تھے، یہ علماء اگر کسی مسئلہ میں کوئی تصریح نہ پاتے جیسا کہ حوادثات اور نئے پیش آمدہ مسائل، تو یہ حضرات خود تخریج واجتہاد سے کام لیتے، اور یہ لوگ اپنے شیوخ واساتذہ کی طرف منسوب ہوتے تھے، اسی وجہ سے ان میں سے کسی کو شافعی یا حنفی کہا جاتا تھا، اسی طرح اگر محدثین بھی کسی ایک امام کی موافقت کرتے تھے، تو اس کی طرف منسوب ہوتے تھے، جیسا کہ امام نسائی اور امام بیہقی کو امام شافعی رحمہ اللہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، اسی وجہ سے قضاء اور افتاء کے منصب پر خاص طور پر مجتہدین حضرات کو رکھا جاتا تھا، اور اس زمانہ کے فقہائے کرام کو مجتہد شمار کیا جاتا تھا۔

پھر بعد میں دوسرے لوگ پیدا ہوئے، جو آہستہ آہستہ راہِ مستقیم سے دور ہونے لگے، اور دین سے دوری کی وجہ سے مسلمانوں میں طرح طرح کی خرابیاں پیدا ہونے لگیں، مسائل میں اختلاف کیا جانے لگا، اسلام میں مختلف گمراہ فرقے پیدا ہوئے، جنہوں نے

علومِ دینیہ میں طرح طرح کے اختلافات اور شبہات پیدا کیے، تو ایسے حالات میں مسلمانوں نے خاص خاص مسالک کی تقلید کرلی، اور مزید فتنوں میں مبتلا ہونے کے مقابلہ میں کسی ایک مسلک کو اختیار کرلینا بہتر سمجھا (جبکہ بعد کے علماء وفقہاء نے نئے پیش آمدہ مسائل میں اپنے اپنے طور پر اجتہاد وتخریج کا سلسلہ جاری رکھا، جن کے اقوال آج بھی کتبِ فقہ میں درج ہیں، اور جن کو تحقیق واصول کے مطابق ترجیح وتطبیق کے بعد اختیار کیا جاتا ہے، اور تحقیق وتخریج کا یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے)"۔ [1]

مشہور مصری محقق علامہ احمد بن اسماعیل تیمور (متوفی: 1348ھ) اپنی کتاب "نظرة تاريخية في حدوث المذاهب الفقهية الأربعة" میں فرماتے ہیں کہ:

"الغرض ان مذکورہ بالا مذاہبِ اربعہ کو وقت کے ساتھ ساتھ فروغ حاصل ہوتا رہا، اور اہلِ سنت کے بقیہ مذاہب ومسالک مٹتے گئے (یہاں تک کہ ان کا ذکر اب صرف کتابوں میں ہی ملتا ہے، جیسا کہ سفیان ثوری، امام اوزاعی، حسن بصری، ابنِ جریر، ابو ثور وغیرہ کا مسلک ومشرب، اور یہ مسالک ہر فقیہ کے نام سے مختلف علاقوں میں جانے جاتے تھے، اور اہلِ سنت والجماعت کے ان مذاہب کو زیادہ پذیرائی حاصل نہ ہوسکی، تاہم ان حضرات کے اقوال وفتاویٰ اب بھی فقہ کی بعض کتابوں میں موجود ہیں، جن سے اہلِ علم استفادہ کرتے رہتے ہیں) یہاں تک جب ساتویں صدی ہجری آئی، تو پوری اسلامی دنیا میں انہی چار مذاہب ومسالک کو غلبہ حاصل ہوگیا، اور فقہائے اسلام نے بھی ان ہی مذاہبِ اربعہ میں سے کسی ایک کی اتباع کو ضروری قرار دے دیا (جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے حوالہ سے بھی گزرا)

لہٰذا ان کے سوا باقی سنّی مذاہب فنا ہوئے، سوائے امام ابوداؤد ظاہری کے مذہب کے،

---

[1] اعلم أن الناس كانوا قبل المائة الرابعة غير مجمعين على التقليد الخالص لمذهب واحد بعينه.........أن هذه المذاهب الأربعة المدونة المحررة قد اجتمعت الأمة – أو من يعتد به منها – على جواز تقليدها إلى يومنا هذا، وفى ذلك من المصالح ما لا يخفى لا سيما فى هذه الأيام التى قصرت فيها الهمم جدا، وأشربت النفوس الهوى وأعجب كل ذى رأى برأيه (حجة الله البالغة، ج ۱، ص ۲۶۰ الى ۲۶۳، باب حكاية حال الناس قبل المائة الرابعة وبعدها)

جو کہ دنیائے اسلام کے بعض ممالک میں آٹھویں صدی ہجری تک قائم رہا، لیکن بالآخر وہ بھی ختم ہوگیا (جیسا کہ پہلے بھی تفصیل کے ساتھ گزر چکا ہے)۔

چنانچہ مقریزی نے ''الخطط و الآثار'' میں لکھا ہے:

جب سلطان رکن الدین ظاہر بیبرس کا دورِ حکومت آیا، تو اس نے مصر اور قاہرہ میں چار قاضی مقرر کیے، جو شافعی، مالکی، حنفی اور حنبلی تھے، اور یہ سلسلہ 665 ہجری تک برابر جاری رہا، یہاں تک کہ تمام عالمِ اسلام میں ان فقہی مذاہبِ اربعہ کے سوا کوئی دوسرا فقہی مذہب ایسا باقی نہ رہا، جو اہلِ اسلام کا مذہب گردانا جاتا ہو (گویا صرف یہی چار مذہبِ اسلامی، فقہی مذاہب کہلانے لگے)......اب انہیں فقہی مذاہب کے لیے تمام اسلامی ممالک میں، مدارس، خانقاہیں، زاویے، رباط اور اور تکیے قائم کیے جانے لگے۔ اور اگر کوئی شخص ان کے سوا کسی دوسرے مذہب کی اتباع کرنا چاہتا، تو اس پر تنقید کی جاتی تھی، اور اس کو مجبور کیا جاتا تھا وہ ان چار مذاہب کی ہی اتباع کرے (الا یہ کہ کوئی اجتہاد وتحقیق کے درجہ پر فائز ہوتا، تو وہ اپنے اجتہاد کی روشنی میں عمل کرتا) جب تک کوئی شخص ان چار مذاہب میں سے کسی ایک کی تقلید نہ کرتا، تو اس کو قاضی مقرر کیا جاتا، اور نہ اس کی گواہی قبول کی جاتی، اور نہ ہی ایسے شخص کو امامت، خطابت اور درس وتدریس کے لیے مقرر کیا جاتا۔ مقریزی مزید فرماتے ہیں کہ اس زمانہ کے فقہاء نے ان چار فقہی مذاہب میں سے کسی ایک مذہب کی تقلید کو ضروری قرار دیا، اور آج تک اس پر عمل جاری ہے (مقریزی کا کلام ختم ہوا)۔

یہاں ''مذاہبِ اہلِ اسلام'' سے مقریزی کی مراد ''جمہور مسلمین'' کے مذاہب ہیں، ورنہ مذہبِ اباضیہ اس وقت بھی موجود تھا، اور آج بھی مشرق ومغرب کے بعض شہروں میں اس پر عمل جاری ہے، اسی طرح شیعہ فقہ کے متبعین بھی ایران اور دوسرے ملکوں میں پہلے بھی موجود تھے، اور اب بھی موجود ہیں (نظرۃ تاریخیۃ فی حدوث المذاهب الفقهية الأربعة ص ٨٦، ٨٩، خاتمة)

(......جاری ہے)

تذکرۂ اولیاء — حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (قسط 51) — مفتی محمد ناصر

اولیاءِ کرام اور سلفِ صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

عمر رضی اللہ عنہ کے بعض فرامین

حضرت ابوعثمان سے روایت ہے کہ:

كَتَبَ إِلَيْنَا عُمَرُ وَنَحْنُ بِأَذْرَبِيجَانَ: يَا عُتْبَةُ بْنَ فَرْقَدٍ، إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ كَدِّكَ، وَلَا مِنْ كَدِّ أَبِيكَ، وَلَا مِنْ كَدِّ أُمِّكَ، فَأَشْبِعِ الْمُسْلِمِينَ فِي رِحَالِهِمْ مِمَّا تَشْبَعُ مِنْهُ فِي رَحْلِكَ، وَإِيَّاكُمْ وَالتَّنَعُّمَ، وَزِيَّ أَهْلِ الشِّرْكِ، وَلَبُوسَ الْحَرِيرِ، فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ لَبُوسِ الْحَرِيرِ (مسلم، رقم الحديث ١٢"٢٠٦٩")

ترجمہ: جب ہم آذر بائیجان میں تھے، تو عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں لکھا کہ اے عتبہ بن فرقد! (آپ کے پاس یہ جو اسلامی بیت المال کا مال واسباب ہے) یہ نہ آپ کی محنت سے آپ کو حاصل ہوا ہے، اور نہ ہی آپ کے والد کی محنت سے آپ کو حاصل ہوا ہے، اور نہ ہی آپ کی والدہ کی محنت سے آپ کو حاصل ہوا ہے، اس لیے وہ چیزیں مسلمانوں کو ان کی جگہوں پر پوری طرح سے پہنچاؤ، جن چیزوں سے آپ اپنی جگہ پر پوری طرح فائدہ اُٹھا رہے ہو، اور (مسلمانو!) عیش وعشرت اور مشرکوں والے لباس اور ریشم پہننے سے آپ حضرات بچ کر رہو، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشم پہننے سے منع فرمایا ہے (مسلم)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مذکورہ ارشاد سے مندرجہ ذیل ہدایات معلوم ہوئیں:

☆...... مسلمانوں کے اجتماعی اُمور کے ذمہ داران واہلِ اقتدار کے پاس جو اجتماعی مال واسباب موجود ہوتے ہیں، وہ اُن کے اپنے ذاتی یا وراثتی مال واسباب نہیں ہوتے، لہٰذا اُن اجتماعی مال واسباب کے ساتھ اپنی یا اپنے باپ، دادا کی کمائی والا سلوک کرنے کی اجازت نہیں ہے، اور مذکورہ

ذمہ داران واہلِ اقتدار جس طرح اُن اجتماعی مال واسباب سے سیر حاصل فوائد اُٹھاتے ہیں، اسی طرح ان ذمہ داران واہلِ اقتدار کو چاہئے کہ عام مسلمانوں کو بھی اُن اجتماعی مال واسباب سے سیر حاصل فوائد پہنچائیں۔

☆ ......عیش وعشرت والی طرزِ زندگی اور مشرکوں والے لباس، اور ریشم پہننے سے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بچنے کا حکم دیا ہے۔

ابو عثمان نہدی سے روایت ہے کہ:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّهُ قَالَ: اتَّزِرُوا وَارْتَدُوا، وَانْتَعِلُوا وَأَلْقُوا الْخِفَافَ وَالسَّرَاوِيلاتِ، وَأَلْقُوا الرُّكُبَ وَانْزُوا نَزْوًا، وَعَلَيْكُمْ بِالْمَعَدِّيَّةِ، وَارْمُوا الْأَغْرَاضَ، وَذَرُوا التَّنَعُّمَ وَزِيَّ الْعَجَمِ، وَإِيَّاكُمْ وَالْحَرِيرَ، فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ نَهَى عَنْهُ (مسنداحمد، رقم الحديث ۳۰۱) [1]

ترجمہ: عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تہبند بھی باندھا کرو اور جسم کے اوپر والے حصے پر چادر بھی ڈالا کرو، اور جوتے پہنا کرو، اور موزے چھوڑ دو، اور سواری کو گھٹنوں کے بل بٹھا کر اس پر سوار ہونے کی بجائے کود کر سوار ہوا کرو (تاکہ تمہاری بہادری اور ہمت میں اضافہ ہو) اور قبیلہ معد کا طرز اپنے اوپر لازم کرلو، ہدف پر نشانہ لگانا سیکھو، اور عیش پرستی وناز ونعمت سے بچو، اور عجم کے طور طریقے چھوڑ دو، اور ریشم سے اپنے آپ کو بچاؤ، کیونکہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے (مسند احمد)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مذکورہ ارشاد سے مندرجہ ذیل ہدایات معلوم ہوئیں:

☆ ......جسم کے نچلے حصہ میں تہبند باندھنا، اور جسم کے اوپر والے حصہ پر چادر اوڑھنا، سادے دور کے سادہ لباس میں سے ہے، اور سادہ لباس اختیار کرکے انسان بہت سارے بُرے اخلاق مثلاً تکبر وغیرہ سے محفوظ ہوسکتا ہے۔

☆ ......سواری پر کود کر سوار ہونے کا مقصد، خود کو محنت ومشقت اور بہادری کے کام کرنے کا عادی

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين.

بنانے کی تعلیم دینا ہے۔

☆......قبیلہ معد بن عدنان، عرب کا ایک پرانا قبیلہ تھا، جس کے لوگ محنتی تھے، اور عیاش نہیں تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو عیش پرستی، سے بچنے کے لئے معد قبیلہ کے نقشِ قدم پر چلنے کی تعلیم دی ہے۔

☆......کھیل کود کے بہت سے طریقے رائج ہیں، جن میں ایک طریقہ نشانہ بازی بھی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہدف پر نشانہ بازی کی مشق کرنے کی تعلیم دی ہے، ہدف پر نشانہ بازی، جرأت و ہمت اور بہادری پیدا کرنے والا کھیل ہے، اور بلند ہمت اور بہادر ہونا اچھی صفات میں سے ہے، اسی وجہ سے بعض اہلِ علم نے چلنے میں قدرے تیزی اور چُستی کو مستحب قرار دیا ہے۔

اور بعض احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چلنے کی یہ کیفیت بیان ہوئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب چلتے تھے، تو آگے کی طرف جھکتے تھے، گویا کہ کوئی بلندی سے پستی کی طرف آ رہا ہو(ترمذی) [1]

☆...... مذکورہ روایت میں عمر رضی اللہ عنہ نے عجم کے طور طریقوں کو چھوڑنے کا بھی حکم فرمایا ہے، مذہبِ اسلام کے اپنے مخصوص شِعار اور امتیازات ہیں، ایک مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ اسلامی طور طریقوں اور اسلامی تہذیب اور آداب کو اختیار کرے، مثلاً ملاقات کے وقت زبان سے ''السلام علیکم'' کہنا، ایک اسلامی طریقہ، اور مسلمانوں کی امتیازی علامت ہے، اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اسلامی طور طریقوں کو اپنائیں، اور غیر مسلموں کے طور طریقوں سے اپنے آپ کو بچائیں۔ اور اس کے برعکس غیر مسلموں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے کی احادیث میں شدید بُرائی بیان ہوئی ہے۔

چنانچہ حدیث میں ہے کہ:

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ (ابو داوٗد، رقم الحدیث ۴۰۳۱)

ترجمہ: جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی، تو وہ انہی میں سے ہے (ابوداؤ)

---

[1] عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: لَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالطَّوِيلِ وَلَا بِالقَصِيرِ شَثْنَ الكَفَّيْنِ وَالقَدَمَيْنِ، ضَخْمَ الرَّأْسِ، ضَخْمَ الكَرَادِيسِ طَوِيلَ المَسْرُبَةِ، إِذَا مَشَى تَكَفَّأَ تَكَفُّؤًا كَأَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ لَمْ أَرَ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ مِثْلَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ترمذی، رقم الحدیث ۳۶۳۷، باب ما جاء فی صفة النبی صلی الله علیه وسلم، مسلم، رقم الحدیث ۸۲" ۲۳۳۰")

پیارے بچو! مولانا محمد ریحان

سچا دوست کون؟

پیارے بچو! دو بچے تھے۔ایک کا نام اسامہ تھا اور دوسرے کا نام صدیق تھا۔اسامہ اور صدیق دونوں بہت گہرے دوست تھے۔وہ دونوں ایک ہی سکول میں جاتے تھے۔ایک دن وہ دونوں اپنے سکول سے واپس گھر آرہے تھے اور وہ دونوں بہت زیادہ تھکے ہوئے تھے۔ان دونوں کا آپس میں ایک دوسرے سے ہلکا پھلکا ہنسی مذاق بھی ہوا کرتا تھا جیسا کہ عموماً دوستوں کے درمیان ہوا کرتا ہے۔راستے میں ان دونوں کے پیچھے پیچھے ایک بہت موٹا بلّا آرہا تھا۔اسامہ نے مذاق میں صدیق سے کہا: ''کیا یہ آپ کا دوست ہے؟۔''

صدیق نے بھی مذاق میں جواب دیا:

''جی ہاں بالکل آپ کی طرح۔''

صدیق کے یوں کہتے ہی دونوں ہنسنے لگے۔پھر ایک منٹ کے لیے صدیق نے اچانک خاموشی اختیار کرلی۔کچھ دیر بعد صدیق بولا:

''انا للہ! میری گھڑی کہاں ہے؟''

یہ کہتے ہی صدیق اپنے جیبوں کو ٹٹولنے لگا۔لیکن اسے اپنی گھڑی نہ ملی۔اسامہ نے کہا: ''ہوسکتا ہے آپ نے کپڑے تبدیل کرتے ہوئے کہیں رکھ نہ دی ہو۔'' صدیق نے جواب دیا: ''مجھے بالکل بھی کچھ یاد نہیں، ہاں کبھی کبھی میں اپنے بستے میں رکھ لیا کرتا ہوں۔'' یہ کہہ کر صدیق نے اپنا سارا بستہ الٹ دیا۔صدیق کے بستہ کے قریب بلّا آگیا اور اس کے بستہ سے نکلی چیزوں کو سونگھنے لگا۔

صدیق کے بستہ سے گھڑی نہ نکلی۔صدیق نے اسامہ سے کہا: ''آپ کا بستہ دیکھتے ہیں۔کہیں اس میں غلطی سے نہ چلی گئی ہو۔''.....یہ سنتے ہی اسامہ نے بھی تیزی سے اپنا بستہ الٹ دیا، لیکن گھڑی اس میں بھی نہ تھی۔صدیق نے کہا: ''اب ہم کیا کریں گے؟''....اسامہ خاموش رہا۔اس وقت وہ بہت زیادہ تھکا ہوا تھا۔تھکے ہونے کے ساتھ اس کو بہت زیادہ بھوک بھی لگ رہی تھی۔تھکاوٹ اور

بھوک کی وجہ سے وہ جلدی سے گھر جانا چاہتا تھا۔صدیق نے کہا: ”ہمیں سکول جا کر دیکھنا چاہیے ۔“...اسامہ نے کہا: ”لیکن ہم تو اب بہت دور آ گئے ہیں،اور گھر بھی پہنچنے والے ہیں۔گھر جا کر اپنے ابو سے کہنا وہ سکول رابطہ کر کے گھڑی کو محفوظ کروالیں گے۔“

صدیق نے پریشانی میں کہا: ”مجھے اس بات کی فکر ہے کہ اگر میں گھر بغیر گھڑی کے گیا تو میری امی کو بہت غصہ آئے گا اور مجھے ڈانٹیں گی۔وہ پچھلے مہینے ہی میرے لیے لائی تھیں۔“...اسامہ نے کہا: ”چلو ٹھیک ہے، میں تمہارے ساتھ تمہارے گھر چلتا ہوں،اور آپ کے گھر والوں سے کہوں گا کہ غلطی سے گھڑی گم ہوگئی ہے،اس طرح وہ آپ پر غصہ نہ کریں گے۔“....صدیق نے کہا: ”شکریہ بہت بہت۔“..

جب وہ دونوں گھر پہنچے تو صدیق کے والد برآمدے میں بیٹھے اخبار پڑھ رہے تھے۔صدیق کی والدہ کچن میں کھانا پکانے میں مصروف تھیں۔گھر میں داخل ہوتے ہی صدیق کے والد نے اسامہ کے سلام کا جواب دیا اور دونوں کو پاس بلا کر بٹھالیا۔صدیق نے اپنے والد سے کہا: ”ابو! میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں،سکول میں میری گھڑی کہیں گم ہوگئی ہے۔“...یہ سن کر صدیق کے والد نے کہا: ”آپ تو آج اپنی گھڑی پہن کر ہی نہ گئے تھے،تو سکول میں کیسے گم ہوسکتی ہے؟“...

یہ سن کر صدیق نے سکون کا سانس لیا،اور اپنے کمرے کی طرف گھڑی لینے کے لیے دوڑا۔فوراً ہی صدیق اپنی گھڑی لے کر آ گیا۔اتنے میں صدیق کی والدہ نے اسے اندر سے بلایا۔صدیق کو یہ پتا نہیں تھا کہ اس کی والدہ نے گھر میں پیزا تیار کیا ہے۔صدیق کی والدہ نے ان دونوں کے لیے پیزا بھیجا۔اسامہ اور صدیق نے پیزا کھایا اور اللہ کا شکر ادا کیا۔پھر تھوڑی دیر بعد اسامہ اپنے گھر واپس چلا گیا۔جانے سے پہلے صدیق نے اسامہ سے کہا: ”مجھے خوشی ہے کہ میرا آپ جیسا دوست ہے۔آپ اچھے اور مخلص دوست ہو۔آپ نے آج مشکل وقت میں میرا ساتھ دیا۔صحیح کہتے ہیں کہ دوست تو وہ ہوتا ہے جو مشکل وقت میں کام آئے۔“

پیارے بچو! ہمیں بھی اپنے ساتھیوں اور دوستوں سے صرف مطلب اور اپنے کام کے لیے تعلق نہیں رکھنا چاہیے، بلکہ مشکل وقت میں ان کا ساتھ دینا چاہیے اور ان کے کام آنا چاہیے۔

بزمِ خواتین (عورت کا تقدس اور حقوقِ نسواں کا فریب: قسط38) مفتی طلحہ مدثر

عدالتی تفریق میں خواتین کے اختیارات (دوسرا حصہ)

معزز خواتین! نکاح کے مقاصد میں سے جائز طریقے سے اولاد کا حصول بھی ہے، جو کہ نہ صرف جائز بلکہ شریعت کی نگاہ میں پسندیدہ اور مطلوب بھی ہے، کیونکہ اس دنیا کا انحصار اسی چیز پر ہے، کہ توالد وتناسل کا سلسلہ چلتا رہے، یہاں تک کہ اس کائنات کا خالق اس نظام کو ختم کرنے کا حکم فرمادے، اسی مقصد کی طرف قرآن مجید کی اس آیت میں اشارہ ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَجَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ بَنِينَ وَحَفَدَةً (سورة النحل، رقم الآية ۷۲)

ترجمہ: اور وہ اللہ ہی ہے، جس نے تمہارے لیے تمہاری ہم جنس بیویاں بنائیں اور اسی نے ان بیویوں سے تمہیں بیٹے اور پوتے عطا کیے (نحل)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً (سورة نساء، رقم الآية ۱)

ترجمہ: اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو! جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، اور اسی سے اس کی بیوی پیدا کی، اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں (دنیا میں) پھیلا دیئے (نساء)

مذکورہ آیت سے بھی معلوم ہوا، کہ میاں بیوی کے رشتہ کا ایک اہم مقصد نسلِ انسانی کی بقاء ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی خواتین سے شادی کرنے کی خصوصیت کے ساتھ ترغیب دی ہے ، جن کے بطن سے زیادہ اولاد کے حصول کی امید ہو، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

تَزَوَّجُوا الْوَدُودَ الْوَلُودَ، إِنِّي مُكَاثِرٌ الْأَنْبِيَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (مسند احمد، رقم الحديث 12613)

ترجمہ:تم زیادہ محبت کرنے والی ، زیادہ بچے جننے والی عورت سے شادی کرو، میں قیامت والے دن انبیاء پر (اپنی امت کی کثرت کی وجہ) فخر کروں گا(مسند احمد)

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا، کہ زیادہ اولاد کا حصول (جبکہ ان کے حقوق کا خیال بھی رکھا جائے) شرعاً پسندیدہ ہے،اور نکاح کے اہم مقاصد میں سے ہے،مذکورہ حدیث میں نکاح کے دوسرے اہم مقصد محبت اور مودت کی طرف بھی اشارہ ہے،جس کا ذکر قرآن مجید کی دوسری آیات میں بھی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ (سورة الروم،رقم الآية ٢١)

ترجمہ: اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تم میں سے بیویاں پیدا کیں، تا کہ تم ان کے پاس جا کر سکون حاصل کرو، اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت کے جذبات رکھ دیے، یقیناً اس میں ان لوگوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں جو غور وفکر سے کام لیتے ہیں۔(روم)

مذکورہ آیات وحدیث سے معلوم ہوا، کہ میاں بیوی کے درمیان نکاح کے رشتہ کے اہم مقاصد میں سے اولاد کا حصول ہے، اور ساتھ ہی زوجین کے درمیان ایسا تعلق قائم کرنا ہے، جس میں ایک دوسرے کے لیے محبت، ہمدردی اور قلبی تعلق ہو، کیونکہ اس کے بغیر شریعت کے بتائی ہوئی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنا ممکن نہیں ہے۔

جنسی امراض کی وجہ سے تفریق کا اختیار

مذکورہ بالا تمہید سے یہ معلوم ہو چکا کہ اولاد کا حصول نکاح کے مقاصد میں سے ہے، چنانچہ اگر مرد میں کوئی بھی ایسا مرض پایا جائے ، جس کی وجہ سے اس کو خصوصی تعلق قائم کرنے پر قدرت نہ ہو، یا جنسی تعلق کے اعتبار سے وہ اَن فٹ ہو، اور اس کا یہ مرض علاج وغیرہ سے دور ہونے کا امکان بھی نہ

ہو،تو ایسی صورت میں عورت کے حقوق کا خیال رکھتے ہوئے شریعت اس بات کی اجازت دیتی ہے، کہ وہ عدالت سے رجوع کرلے،اوراپنے حقوق کی ادائیگی نہ ہونے کے سبب، اپنا یہ نکاح ختم کروالے،ایسی صورت میں شرعاً عورت پرکسی قسم کا کوئی گناہ نہیں ہے،البتہ یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے، کہ عورت کو یہ اختیار اسی صورت میں ملتا ہے، جبکہ شوہر مکمل طور پر جنسی تعلق پر قادر نہ ہو،خواہ اس وجہ سے کہ اس کو جنسی اعتبار سے کوئی خواہش ہی نہ ہو، یا خواہش تو ہو،لیکن عملاً وہ خصوصی تعلق پر قادر نہ ہو،اور اگر شوہر خصوصی تعلق پر قائم ہو،البتہ اس قدرت کے باوجود کوئی اور طبی پیچیدگی ہو ،جس کی وجہ سے اولاد کا حصول نہ ہوسکے،یعنی بالفاظِ دیگر شوہر بانجھ پن کا شکار ہو،تو ایسی صورت میں عورت کو تنسیخ کا حق حاصل نہیں ہوگا، کیونکہ اولاد کا عطا کرنا اللہ تعالیٰ کی رضا پر موقوف ہے،اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے

لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ إِنَاثًا وَيَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ الذُّكُورَ أَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَإِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَشَاءُ عَقِيمًا إِنَّهُ عَلِيمٌ قَدِيرٌ (سورة الشوریٰ رقم الآیة ۴۹، ۵۰)

ترجمہ: آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لیے ہے،وہ جو چاہتا ہے، پیدا کرتا ہے،جس کو چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے، یا پھر ان کو ملا جلا کر لڑکے بھی دیتا اور لڑکیاں بھی اور جس کو چاہتا ہے بانجھ بنا دیتا ہے۔ یقیناً وہ علم کا بھی مالک ہے قدرت کا بھی مالک۔ (شوریٰ)

مذکورہ آیت سے معلوم ہوا کہ اولاد کی نعمت دینا اللہ کی رضا پر موقوف ہے،انسان کا اس میں کوئی بس نہیں ، نیز دونوں صورتوں میں فرق یہ ہے، پہلی صورت میں عورت کے حقوق کی عدم ادائیگی پائی جاتی ہے، جس کی وجہ سے اس کو تفریق کا حق ہے، جبکہ مذکورہ صورت میں بیوی کی حق تلفی نہیں پائی جاتی ،اس کے حقوق تو پورے ہو رہے ہیں ،البتہ ایک خارجی چیز ایسی ہے، جس میں شوہر کا اختیار نہیں ہے،لہٰذا ایسی صورت میں تفریق کا اختیار بھی نہیں ہے۔

(جاری ہے............)

خیر کی بات یا خاموشی

حضرت ابوشریح عدوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ جَائِزَتَهُ قَالَ: وَمَا جَائِزَتُهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ، وَالضِّيَافَةُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ، فَمَا كَانَ وَرَاءَ ذٰلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ عَلَيْهِ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ

(بخاری، رقم الحدیث 6019، کتاب الادب)

ترجمہ: جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، تو اُسے چاہئے کہ وہ اپنے پڑوسی کا اکرام کرے، اور جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، تو اسے چاہئے کہ وہ اپنے مہمان کا غیر معمولی اکرام کرے۔

ابوشریح نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! غیر معمولی اکرام کیا ہے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک دن اور ایک رات تک، اور (معمولی اکرام کے ساتھ) مہمان داری تین دن تک ہوتی ہے، اور جو اس سے زیادہ ہو، تو وہ اُس پر صدقہ (واحسان) ہوتی ہے؛ اور جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، تو اُسے چاہئے کہ وہ خیر کی بات کہے یا خاموش رہے (بخاری)

لوگوں کے ساتھ خیر وبھلائی،افضل الایمان میں سے ہے

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ترجمہ: انہوں نے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ایمان کے بارے میں سوال کیا،تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ افضل ایمان یہ ہے کہ آپ اللہ کے لئے محبت رکھیں اور اللہ کے لئے بُغض رکھیں؛ اور آپ اپنی زبان کو ذکر کے عمل میں مشغول رکھیں؛ حضرت معاذ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! یہ (یعنی اللہ کے لئے محبت اور اللہ کے لئے عداوت رکھنا، اور زبان کو ذکر کے عمل میں مشغول رکھنا) کس طرح ہوگا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس طرح کہ آپ لوگوں کے لئے اُن چیزوں کو پسند کریں، جو اپنی ذات کے لئے پسند کرتے ہیں، اور لوگوں کے لئے اُن چیزوں کو ناپسند کریں، جو اپنی ذات کے لئے ناپسند کرتے ہیں (یہ طریقہ تو اللہ کے لئے محبت وعداوت رکھنے کا ہے) اور یہ کہ آپ خیر کی بات کریں، یا خاموشی اختیار کریں (یہ طریقہ زبان کو ذکر کے عمل میں مشغول رکھنے کا ہے)(مسند احمد،حدیث22132)

یعنی دوسرے کے لیے وہی پسند کرنا چاہئے، جو اپنے لیے پسند کیا جائے، اور زبان سے خیر کی بات کہی جائے، یا پھر خاموشی اختیار کی جائے، اور یہ زبان کے ذکر میں داخل ہے۔

حسنِ اخلاق اور لمبی خاموشی میزانِ عمل میں سب سے بھاری ہوں گے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت ابوذر سے ملاقات ہوئی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوذر! کیا میں تمہیں دو ایسی خصلتیں نہ بتلادوں؛ کہ جو پیٹھ پر بہت ہلکی ہیں (یعنی اُن پر عمل کرنا بہت آسان ہے) اور یہ دونوں دوسری خصلتوں کے مقابلہ میں میزانِ عمل میں زیادہ بھاری ہیں؟

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ضرور بتلائیے!

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے اوپر حسنِ خلق (یعنی اچھے اخلاق) اور لمبی خاموشی کو لازم کرلو، پس قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ ان دونوں خصلتوں جیسی مخلوق نے کوئی زینت اختیار نہیں کی (مسند ابو یعلیٰ، حدیث: 3298، طبرانی اوسط، حدیث: 7103)

لمبی خاموشی کی وجہ سے انسان فحش، قبیح و بُری باتوں سے محفوظ ہوجاتا ہے، اور فحش اور بُری باتیں بدخلقی و بداخلاقی میں داخل ہیں، لہٰذا جو چیز ان بُرائیوں سے بچنے کا ذریعہ ہوگی، وہ یقیناً خوش خلقی یا حُسنِ اخلاق میں داخل ہوگی۔

اس لئے حسنِ خلق کے ساتھ لمبی خاموشی کا ذکر کیا گیا۔

مختلف قسم کے شرور سے حفاظت کی مسنون دعاء

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح بیدار ہونے کے وقت یہ دعاء پڑھی کہ:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا، وَّفِیْ لِسَانِیْ نُوْرًا، وَاجْعَلْ فِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا، وَاجْعَلْ فِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا، وَاجْعَلْ مِنْ خَلْفِیْ نُوْرًا، وَمِنْ أَمَامِیْ نُوْرًا، وَاجْعَلْ مِنْ فَوْقِیْ نُوْرًا، وَمِنْ تَحْتِیْ نُوْرًا، اَللّٰھُمَّ أَعْطِنِیْ نُوْرًا (مسلم، رقم الحدیث 763"191")

ترجمہ: اے اللہ! میرے دل میں نور کر دیجئے، اور میری زبان میں نور کر دیجئے۔
اور میرے کانوں میں نور کر دیجئے، اور میری آنکھوں میں نور کر دیجئے۔
اور میرے پیچھے نور کر دیجئے، اور میرے آگے نور کر دیجئے۔
اور میرے اوپر نور کر دیجئے، اور میرے نیچے نور کر دیجئے۔
اے اللہ! مجھے نور عطا فرما دیجئے (مسلم)

آنکھ، زبان، کان اور جسم کے مختلف اعضاء کے شرور وفتن سے حفاظت اور ان کی خیر وبرکت کے لیے مذکورہ بالا دعاء کا اہتمام انتہائی بابرکت اور مجرب ہے۔

آپ کے دینی مسائل کا حل ادارہ

''لزومِ کفر'' اور ''التزامِ کفر'' میں فرق

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ:

بعض کتابوں میں بہت سے ''کفریہ اقوال'' لکھے ہوئے ہوتے ہیں، جن کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ اُن الفاظ کو کہنے والا دائرۂ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے، اس کی کیا حقیقت ہے، بعض اوقات انسان کا ارادہ کفر کا نہیں ہوتا، ایسی صورت میں کیا حکم ہوگا؟

اور اگر کوئی صاف کفریہ بات تو نہ کہے، لیکن اس کی بات سے کفر لازم آرہا ہو، اس کا کیا حکم ہے؟

امید ہے کہ قرآن وسنت کی روشنی میں اس پر تفصیل سے باحوالہ جواب دیں گے۔ جزاکم اللہ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب

جن کتابوں میں بہت سے ''کفریہ اقوال والفاظ'' لکھے ہوئے ہوتے ہیں، ان کو ''کفریہ کلمات'' کہا جاتا ہے، اس طرح کے الفاظ ''لزومِ کفر'' کے الفاظ کہلاتے ہیں، جن کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی مسلمان یہ الفاظ کہے، اور اس میں کفر لازم آنے کی متعلقہ شرائط بھی پائی جائیں، اور تکفیر کے جو موانع ہیں، وہ موجود نہ ہوں، تو ہی کفر لازم آتا ہے، اسی کو ''التزامِ کفر'' سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس کے بغیر کفر لازم نہیں آتا، فقہائے کرام نے ان دونوں باتوں میں فرق بیان کرنے کے لیے، مختصر الفاظ میں ''لزومِ کفر'' اور ''التزامِ کفر'' کا عنوان اختیار کیا ہے، یعنی کسی لفظ سے کفر لازم آجانا اور چیز ہے، اور اس کے ذریعے کفر کو اپنے اوپر لازم کرلینا اور چیز ہے، جب کوئی شخص یہ الفاظ کہے، تو اس کو متعین طور پر کافر قرار دینے کے لیے ''التزامِ کفر'' کا پایا جانا ضروری ہے، اس فرق کو نظرانداز کرکے کسی مسلمان کے کافر ہونے کا حکم لگانا، بہت خطرناک طرزِ عمل ہے۔

اسی طرح اگر کوئی صاف اور صریح کفر کا تو ارتکاب نہ کرے، لیکن اس کے قول سے کفر والی کوئی بات

لازم آ رہی ہو، تب بھی راجح یہ ہے کہ کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔
فقہائے کرام نے تو یہاں تک بھی فرمادیا کہ اگر کسی کی بات میں ذرا سا بھی احتمال ایسا ہو کہ جس کی وجہ سے کفر لازم نہ آتا ہو، تب بھی کفر کا حکم لگانے سے بچنا چاہیے۔
قرآن مجید کی سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا ضَرَبۡتُمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ فَتَبَیَّنُوۡا وَلَا تَقُوۡلُوۡا لِمَنۡ اَلۡقٰۤی اِلَیۡکُمُ السَّلٰمَ لَسۡتَ مُؤۡمِنًا،تَبۡتَغُوۡنَ عَرَضَ الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا فَعِنۡدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ کَثِیۡرَةٌ، کَذٰلِکَ کُنۡتُمۡ مِّنۡ قَبۡلُ (سورة النساء، رقم الآية ۹۴)

ترجمہ: اے وہ لوگو! جو ایمان لائے، جب چلو تم، اللہ کے راستے میں، تو تم تحقیق کر لیا کرو، اور نہ کہا کرو اس شخص کے لیے، جو تم پر سلام ڈالے کہ تو مومن نہیں، تلاش کرتے ہو تم، دنیاوی زندگی کے سامان کو، پس اللہ کے پاس بہت سامانِ غنیمت ہے، اسی طریقے سے تم پہلے تھے (سورہ نساء)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسلمان شخص کو کافر قرار دینا، سخت خطرناک ہے، جس کے متعلق پوری تحقیق کے بعد ہی فیصلہ کرنا چاہیے، اور اس کے ظاہرِ اسلام میں بدگمانی نہیں کرنی چاہیے، جس کی مفسرین ومحدثین اور مجتہدین وفقہائے کرام نے تصریح کی ہے۔
ابونعیم اصبہانی نے اپنے سند کے ساتھ عبدالعزیز بن عمر سے روایت کیا ہے کہ:

قَالَ لِیُ أَبِیُ : یَا بُنَیَّ إِذَا سَمِعۡتَ کَلِمَةً، مِنَ امۡرِءٍ مُسۡلِمٍ فَلَا تَحۡمِلۡهَا عَلٰی شَیۡءٍ مِّنَ الشَّرِّ مَا وَجَدۡتَ لَهَا مَحۡمَلًا مِنَ الۡخَیۡرِ (حلية الاولياء لابی نعيم الاصبهانی، ج۵ص۲۷۷، تحت ترجمة "عمر بن عبدالعزيز")

ترجمہ: مجھے میرے والد حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ اے میرے بیٹے! جب آپ کسی مسلمان شخص سے کوئی بات سنیں، تو آپ اس کو کسی شر والے پہلو پر محمول نہ کریں، جب تک کہ آپ خیر کا کوئی پہلو پائیں (حلیۃ الاولیاء)

امام بیہقی نے ہشام بن کلبی کی سند سے روایت کیا ہے کہ:

قَالَ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ: إِذَا بَلَغَکَ عَنْ أَخِیکَ الشَّيْءُ تُنْكِرُهُ فَالْتَمِسْ لَهُ عُذْرًا وَاحِدًا إِلٰى سَبْعِينَ عُذْرًا، فَإِنْ أَصَبْتَهُ وَإِلَّا قُلْ: لَعَلَّ لَهُ عُذْرًا لَا أَعْرِفُهُ (شعب الایمان للبیهقی، رقم الروایة ۷۹۹۱، ج۱۰ ص۵۵۹، فصل فی ترک الغضب ، وفی کظم الغیظ، والعفو عن القدرة)

ترجمہ: جعفر بن محمد نے فرمایا کہ جب آپ کو اپنے بھائی کی طرف سے کوئی ایسی بات پہنچے، جس کو آپ برا سمجھتے ہیں، تو اس کے لیے کوئی ایک عذر تلاش کرو، اگرچہ تمہیں ستر (70) تک بھی عذر تلاش کرنے پڑیں، تو تلاش کرو، اگر آپ کو کوئی عذر مل جائے، تو ٹھیک ہے، ورنہ آپ یہ کہیں کہ شاید اس کا کوئی ایسا عذر ہوگا، جو میں نہیں جانتا (شعب الایمان)

ابوعبدالرحمٰن سلمی نے ''آدابُ الصحبة'' میں منصور بن عبداللہ سے، انہوں نے ابوعلی ثقفی سے روایت کیا ہے کہ میں نے حمدون قصار کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

إِذَا زَلَّ أَخٌ مِّنْ إِخْوَانِكُمْ فَاطْلُبُوْا لَهُ سَبْعِيْنَ عُذْرًا، فَإِنْ لَمْ تَقْبَلْهُ قُلُوْبُكُمْ فَاعْلَمُوْا أَنَّ الْمَعِيْبَ أَنْفُسُكُمْ (آداب الصحبة لابی عبدالرحمن السلمی، ص۴۵، رقم الروایة ۱۴، احذر صحبة الجهال)

ترجمہ: جب تمہارے مسلمان بھائی سے لغزش ہوجائے، تو اس کے لیے ستر (70) عذر تلاش کرو، پھر اگر تمہارے دل اس کے عذر کو قبول نہ کریں، تو تم یہ بات جان لو کہ اصل عیب تمہارے اندر ہے (آدابُ الصحبة)

امام غزالی رحمہ اللہ نے ''الاقتصاد فی الاعتقاد'' میں فرمایا کہ:

''مسلمان سے حسنِ ظن میں خطاء کرنا، اس پر طعن کرنے کی درستگی سے زیادہ سلامتی والی بات ہے، اسی وجہ سے اگر مثلاً کوئی انسان، ابلیس، پر لعنت کرنے سے، یا ابوجہل، یا ابو لہب پر لعنت کرنے سے، یا شریر ترین لوگوں میں سے کسی پر لعنت کرنے سے سکوت اختیار کرے، تو اس کے لیے سکوت مضر ونقصان دہ نہیں۔

اوراگراس کے برعکس کسی مسلمان پرایسی طعن وتشنیع کاارتکاب کرے، جس سے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بری ہے، تو اس نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال لیا، بلکہ بہت ساری ایسی چیزیں جوآپ کولوگوں میں معلوم ہوں، ان کوزبان سے ظاہر کرنا بھی حلال نہیں ہوتا، جس کی وجہ یہ ہے کہ شریعت نے غیبت سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے، حالانکہ غیبت میں حقیقی اورواقعی بات کی خبردی جاتی ہے۔

پس جوشخص اس فیصلہ کن چیزکوملاحظہ کرے گا،اوراس کی طبیعت میں فضول چیز کی طرف میلان نہیں ہوگا، تو وہ تمام مسلمانوں کے ساتھ حسنِ ظن اختیار کرنے، اوران کی طرف سے سکوت، لازم پکڑنے کوترجیح دے گا''۔انتھیٰ۔ [1]

ملاعلی قاری رحمہ اللہ''مشکاۃُ المصابیح'' کی شرح''مرقاۃُ المفاتیح''میں فرماتے ہیں کہ:

الصواب عند الأكثرين من علماء السلف والخلف أنا لا نكفر أهل البدع والأهواء إلا إن أتوا بمكفر صريح لا استلزامي؛ لأن الأصح أن لازم المذهب ليس بلازم (مرقاة المفاتيح، ج ا، ص ١٨٠، كتاب الايمان، باب الإيمان بالقدر)

ترجمہ: اکثرعلمائے سلف وخلف کے نزدیک درست بات یہ ہے کہ ہم اہلِ بدعت اور اہلِ ہواء کوکافرقرارنہیں دیتے، اِلاّ یہ کہ وہ کفرِ صریح کاارتکاب کریں، نہ کہ کفرِ استلزامی کا، کیونکہ اصح یہ ہے کہ مذہب کالازم، لازم نہیں ہوتا(مرقاۃ)

---

[1] واعلم أنك في هذا المقام بين أن تسيء الظن بمسلم وتطعن عليه وتكون كاذباً أو تحسن الظن به وتكف لسانك عن الطعن وأنت مخطىء مثلاً، والخطأ في حسن الظن بالمسلم أسلم من الصواب بالطعن فيهم، فلو سكت إنسان مثلاً عن لعن ابليس أو لعن أبي جهل أو أبي لهب أو من شئت من الأشرار طول عمره لم يضره السكوت، ولو هفا هفوة بالطعن في مسلم بما هو بريء عند الله تعالى منه فقد تعرض للهلاك، بل أكثر ما يعلم في الناس لا يحل النطق به لتعظيم الشرع الزجر عن الغيبة، مع أنه إخبار عما هو متحقق في المغتاب .فمن يلاحظ هذه الفصول ولم يكن في طبعه ميل إلى الفضول آثر ملازمته السكوت وحسن الظن بكافة المسلمين(الاقتصاد في الاعتقاد،لابي حامد محمد بن محمد الغزالي،ص ١٣٢،الباب الثالث في الامامة)

اور بھی کئی فقہائے کرام نے اس بات کی تصریح فرمائی ہے۔ [1]

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں ایک مقام پر فرمایا کہ:

ولازم المذهب لا يجب أن يكون مذهبا بل أكثر الناس يقولون أقوالا ولا يلتزمون لوازمها .فلا يلزم(مجموع الفتاوى، ج۱۶، ص۴۶۱)

ترجمہ: اور مذہب کا ''لازم'' ضروری نہیں ہے کہ وہ اس کا ''مذہب'' ہو، بلکہ اکثر لوگ ایسے اقوال کہتے ہیں کہ جن کے لوازمات کا وہ ''التزام'' نہیں کرتے، پس وہ لازم نہیں

---

[1] الأصح عند الأصوليين أن لازم المذهب ليس بمذهب .وقوله: ليس بمذهب وإن كان كفرا ما لم يلتزمه صاحبه(حاشية البجيرمي على الخطيب، ج۲ص۱۳۸، كتاب الصلاة)

قوله: (كفر) أى حالا وهو فعل ماض جواب من نفى وكفره بذلك لأن فيه تكذيبا لرسول الله – صلى الله عليه وسلم – ومنه يعلم التكفير بتكذيب الله تعالى بالأولى كأن ينفى صحبة أبى بكر – رضى الله عنه – أو ينفى رمى بنته عائشة مما برأها الله منه، وخرج بذلك من سبه أو غيره من الصحابة كعمر بن الخطاب والحسن والحسين أو نفى وجود أبى بكر أو غيره من الصحابة، وإن لزم عليه نفى صحبة أبى بكر لأن لازم المذهب ليس بمذهب فلا يكفر بشىء من ذلك على الأصح المعتمد(حاشيتا قليوبى وعميرة، حاشية قليوبى، ج۴ص۱۷۶، كتاب الردة)

(سئل) عمن قال إن الله فى جهة هل هو مسلم، وإن لزمه التجسيم؛ لأن لازم المذهب ليس بمذهب أم لا؟

(فأجاب) بأن القائل المذكور مسلم، وإن كان مبتدعا(فتاوىٰ الرملي، ج۴ص۲۰، كتاب الردة)

أما السؤال الأول فينبنى على أن لازم المذهب مذهب والأصح أنه غير مذهب وإذا لم نكفر المجسمة أو الجهمية أو المنكرين للكلام النفسى بمجرد ذلك وإن لزم عليهم مكفرات كما هو مقرر فى محله لجواز أنهم لا يعتقدون تلك اللوازم وقال جماعة من الأئمة بكفرهم بناء على القول المقابل للأصح أن مقابل المذهب مذهب(الفتاوىٰ الفقهية الكبرىٰ للهيتمي، ج۴ص۱۰۰، كتاب النكاح)

وقال ابن عبد السلام فى القواعد إنه الأصح بناء على أن لازم المذهب ليس بمذهب (اسنى المطالب فى شرح روضة الطالب، ج۱ص۲۱۹، كتاب صلاة الجماعة، باب صفة الأئمة فى الصلاة،فصل من يقدم فى الإمامة)

واختلف قول مالك فى التكفير بالمآل، ومعنى التكفير بالمآل أنهم لا يصرحون بقول هو كفر، ولكن يصرحون بأقوال يلزم عنها الكفر، وهم لا يعتقدون ذلك اللزوم(بداية المجتهد ونهاية المقتصد، ج۴، ص۲۴۲،كتاب الحرابة،الباب الخامس بماذا تثبت الحرابة،فصل :فى حكم المحاربين على التأويل)

وسبب الخلاف: أهل البدع، هل يكفرون بمآل قولهم أم لا؟

ومعنى الكفر بالمآل أنهم لا يصرحون بقول هو كفر، ولكن يصرحون بأقوال يلزم عنها الكفر، وهم لا يعتقدون ذلك اللزوم(مناهج التحصيل ونتائج لطائف التاويل فى شرح المدونة للرجراجى، ج۱۰ص۷۸، كتاب المحاربين، المسئلة الاولىٰ فى حد الحرابة)

وذلك مثل ما ذكرنا من قول أهل العلم أن لازم القول لا يلزم، ولازم المذهب ليس بمذهب(شرح صحيح البخارى،دروس مفرغة من موقع الشيخ الخضير، رقم الدرس:۶،ص۲)

آئے گا (مجموعُ الفتاویٰ)

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ اپنے فتاویٰ میں ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

فالصواب :أن (لازم) مذهب الإنسان ليس بمذهب له إذا لم يلتزمه؛ فإنه إذا كان قد أنكره ونفاه كانت إضافته إليه كذبا عليه بل ذلك يدل على فساد قوله وتناقضه فى المقال غير التزامه اللوازم التى يظهر أنها من قبل الكفر والمحال مما هو أكثر فالذين قالوا بأقوال يلزمها أقوال يعلم أنه لا يلتزمها لكن لم يعلم أنها تلزمه ولو كان لازم المذهب مذهبا للزم تكفير كل من قال عن الاستواء أو غيره من الصفات أنه مجاز ليس بحقيقة؛ فإن لازم هذا القول يقتضى أن لا يكون شىء من أسمائه أو صفاته حقيقة(مجموع الفتاوى، ج ۲۰، ص ۲۱۷)

ترجمہ: پس درست بات یہ ہے کہ انسان کا مذہب، وہ نہیں کہلاتا، جس مذہب کا اس نے التزام نہیں کیا، کیونکہ جب اس نے کسی چیز کا انکار کر دیا، اور اس کی نفی کر دی، تو پھر اس کی طرف اس بات کی نسبت کرنا، اس کے خلاف جھوٹ کہلائے گا، بلکہ یہ اس قول کے فساد کی دلیل ہوگی، اور اس کے قول کے ساتھ ٹکراؤ ہوگا کہ اس کے التزام کے بغیر، اس پر ایسی چیزوں کو لازم کیا جائے، جو کفر اور محال کے قبیل سے ہے، اور اس طرح کی بہت سی چیزیں ہیں، جو لوگ کہتے ہیں کہ جن کی وجہ سے ایسی باتیں لازم آجاتی ہیں کہ جن کے بارے میں معلوم ہوتا ہے کہ ان کا وہ التزام نہیں کرسکتا، لیکن اسے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ باتیں لازم آرہی ہیں، اور اگر مذہب کا لازم ''لازم'' کہلاتا، تو ہر اس شخص کا کافر ہونا بھی لازم آجاتا، جو استواء، یا دوسری ایسی صفات، مجاز پر محمول کرتا ہے، اور حقیقت کی نفی کرتا ہے، کیونکہ اس قول کا لازمی تقاضا یہ ہوگا کہ اللہ کے اسماء اور صفات کی کوئی حقیقت نہیں (مجموعُ الفتاویٰ)

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ، اپنی معرکۃ الآراء تالیف ''منهاجُ السنة'' میں فرماتے ہیں کہ:

أما مسائل العقائد فكثير من الناس كفر المخطئين فيها.

وهذا القول لا يعرف عن أحد من الصحابة والتابعين لهم بإحسان، ولا عن أحد من أئمة المسلمين، وإنما هو فى الأصل من أقوال أهل البدع، الذين يبتدعون بدعة ويكفرون من خالفهم، كالخوارج والمعتزلة والجهمية، ووقع ذلك فى كثير من أتباع الأئمة، كبعض أصحاب مالك والشافعي وأحمد وغيرهم.

وقد يسلكون فى التكفير ذلك ;فمنهم من يكفر أهل البدع مطلقا، ثم يجعل كل من خرج عما هو عليه من أهل البدع .وهذا بعينه قول الخوارج والمعتزلة الجهمية .وهذا القول أيضا يوجد فى طائفة من أصحاب الأئمة الأربعة، وليس هو قول الأئمة الأربعة ولا غيرهم ، وليس فيهم من كفر كل مبتدع، بل المنقولات الصريحة عنهم تناقض ذلك، ولكن قد ينقل عن أحدهم أنه كفر من قال بعض الأقوال، ويكون مقصوده أن هذا القول كفر ليحذر، ولا يلزم إذا كان القول كفرا أن يكفر كل من قاله مع الجهل والتأويل ;فإن ثبوت الكفر فى حق الشخص المعين، كثبوت الوعيد فى الآخرة فى حقه، وذلك له شروط وموانع، كما بسطناه فى موضعه.

وإذا لم يكونوا فى نفس الأمر كفارا لم يكونوا منافقين، فيكونون من المؤمنين، فيستغفر لهم ويترحم عليهم .وإذا قال المؤمن : (ربنا اغفر لنا ولإخواننا الذين سبقونا بالإيمان) (سورة الحشر) يقصد كل من سبقه من قرون الأمة بالإيمان، وإن كان قد أخطأ فى تأويل تأوله فخالف السنة، أو أذنب ذنبا، فإنه من إخوانه الذين سبقوه بالإيمان، فيدخل فى العموم، وإن كان من الثنتين والسبعين فرقة، فإنه ما من

فرقة إلا وفيها خلق كثير ليسوا كفارا، بل مؤمنين فيهم ضلال وذنب يستحقون به الوعيد، كما يستحقه عصاة المؤمنين.

والنبى -صلى الله عليه وسلم -لم يخرجهم من الإسلام، بل جعلهم من أمته، ولم يقل :إنهم يخلدون فى النار .فهذا أصل عظيم ينبغى مراعاته ;فإن كثيرا من المنتسبين إلى السنة فيهم بدعة، من جنس بدع الرافضة والخوارج .وأصحاب الرسول -صلى الله عليه وسلم - على بن أبى طالب وغيره لم يكفروا الخوارج الذين قاتلوهم، بل أول ما خرجوا عليه وتحيزوا بحروراء ، وخرجوا عن الطاعة والجماعة، قال لهم على بن أبى طالب رضى الله عنه :إن لكم علينا أن لا نمنعكم مساجدنا ولا حقكم من الفىء .ثم أرسل إليهم ابن عباس فناظرهم فرجع نحو نصفهم، ثم قاتل الباقى وغلبهم، ومع هذا لم يسب لهم ذرية، ولا غنم لهم مالا، ولا سار فيهم سيرة الصحابة فى المرتدين، كمسيلمة الكذاب وأمثاله، بل كانت سيرة على والصحابة فى الخوارج مخالفة لسيرة الصحابة فى أهل الردة، ولم ينكر أحد على على ذلک، فعلم اتفاق الصحابة على أنهم لم يكونوا مرتدين عن دين الإسلام (منهاج السنة النبوية فى نقض كلام الشيعة القدرية،لا بن تيمية، ج۵،ص ۲۳۹ الیٰ ۲۴۱ ،قاعدة جامعة "لا بد أن يكون مع الإنسان أصول كلية يرد إليها الجزئيات ليتكلم بعلم وعدل،فصل الله أمر بالاستغفار لأصحاب محمد فسبهم الرافضة)

ترجمہ: جہاں تک عقائد کے مسائل کا تعلق ہے، تو بہت سے لوگ، عقائد کے مسائل میں خطا کار مجتہدین کو کافر قرار دیتے ہیں، لیکن یہ قول نہ تو صحابۂ کرام سے معروف ہے، اور نہ ہی ان کی نیک عمل میں اتباع کرنے والے تابعین سے معروف ہے، اور نہ ہی

ائمۂ مسلمین میں سے کسی سے معروف ہے، بلکہ یہ بنیادی طور پر ان اہلِ بدعت کے اقوال میں سے ہے، جو بدعت کو ایجاد کرتے ہیں، اور پھر وہ اپنی مخالفت کرنے والوں کو کافر قرار دیتے ہیں، جیسا کہ خوارج اور معتزلہ اور جہمیہ، اور یہی بات، ائمہ کرام کے بہت سے متبعین کی طرف سے کی گئی ہے، جیسا کہ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد وغیرہ کے بعض اصحاب کی طرف سے، جو اس سلسلہ میں تکفیر کے قائل ہیں، پس ان میں سے بعض تو مطلقاً اہلِ بدعت کی تکفیر کے قائل ہیں، پھر ان اہلِ بدعت میں سے، جو اس باعثِ کفر بدعت سے خارج ہو جائے، اس کو اہلِ بدعت میں شمار کرتے ہیں، اور یہ بعینہٖ خوارج اور معتزلۂ جہمیہ کا قول ہے، جو کہ ائمہ اربعہ کے اصحاب کی ایک جماعت میں بھی پایا جاتا ہے، لیکن یہ نہ تو ائمہ اربعہ کا قول ہے، اور نہ ان کے علاوہ دیگر ائمہ کا قول ہے، کیونکہ ان میں سے کسی نے ہر بدعتی کو کافر قرار نہیں دیا، بلکہ ان ائمہ کرام کی تصریحات اس کے برخلاف منقول ہیں، لیکن بعض اوقات ان کی طرف سے بعض اس طرح کے اقوال کو نقل کیا جاتا ہے، جن کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ یہ قول کفر ہے، تاکہ اس سے بچا جائے، اور کسی قول کے کفر ہونے سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ جس نے جہالت اور تاویل کے ساتھ یہ قول کیا ہو، تو اس کو کافر قرار دیا جائے، کیونکہ کسی متعین شخص کے حق میں کفر کا ثبوت ایسا ہی ہے، جیسا کہ اس کے حق میں آخرت کی وعید کو ثابت کیا جائے، جس کے لیے کچھ شرائط اور موانع ہیں، جن کی ہم نے اپنے مقام پر تفصیل ذکر کر دی ہے۔

اور جب یہ اہلِ بدعت حقیقت میں کافر نہیں ہیں، تو یہ منافق بھی نہیں ہوں گے، بلکہ مومنین میں شامل ہوں گے، جن کے لیے استغفار بھی کیا جائے گا، اور ان کے لیے رحم کی دعاء بھی کی جائے گی، اور جب مومن یہ دعاء کرتا ہے کہ:

"رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ"

تو وہ ہر زمانہ میں گزرے ہوئے مومن امتی کا ارادہ کرتا ہے، اگرچہ اس مومن نے کسی

تاویل میں خطاء کی ہو،اورسنت کی مخالفت کی ہو،یا کوئی گناہ کیا ہو،کیونکہ وہ سب لوگ اس کے ان بھائیوں میں شامل ہوتے ہیں،جو ایمان کے ساتھ گزر چکے ہیں،اس لیے وہ اس عموم میں داخل ہوتے ہیں،اگر چہ وہ (غیر ناجی) بہتّر 72فرقوں سے تعلق رکھتے ہوں،اس لیے کہ ان فرقوں میں سے کوئی بھی فرقہ ایسا نہیں ہے،جس میں خلقِ کثیر نہ ہو ،اوروہ کفار نہیں ہیں، بلکہ مومن ہیں،جن میں گمراہ لوگ بھی ہیں،اور گناہ گار بھی ہیں،جو اسی طرح کی وعید کے مستحق ہیں،جس طرح کی وعید کے گناہ گار مومنین مستحق ہوتے ہیں۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسلام سے خارج قرار نہیں دیا، بلکہ ان کو اپنے امتیوں میں شمار کیا،اور یہ نہیں فرمایا کہ وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے، پس یہ شریعت کا بہت بڑا قاعدہ ہے،جس کی رعایت ضروری ہے، کیونکہ بہت سے سنت کی طرف نسبت کرنے والے لوگوں میں ایسی بدعت کا وجود پایا جاتا ہے،جو کہ رافضیہ اور خوارج کی بدعت کی جنس سے تعلق رکھتی ہے،اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام،مثلاً حضرت علی بن ابی طالب اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ان خوارج کو کافر قرار نہیں دیا،جنہوں نے ان سے قتال کیا، بلکہ شروع میں جن لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا،اور حروراء میں قبضہ کیا اور وہ (خلیفۂ راشد کی) اطاعت اور جماعت سے خارج ہو گئے،تو ان کو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمارے اوپر تمہارا یہ حق ہے کہ ہم تمہیں اپنی مساجد سے منع نہ کریں،اور نہ تمہارے مالِ فیء کے حق سے منع کریں، پھر ان کی طرف ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کو بھیجا،جنہوں نے ان سے مناظرہ کیا،جس کی بناء پر ان کے آدھے کے قریب لوگوں نے رجوع کرلیا،پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے باقی لوگوں سے قتال کیا،اوران پر غلبہ حاصل کیا،لیکن اس کے باوجود ان کی اولاد کو قید نہیں کیا،اور نہ ان کے مال کو مالِ غنیمت بنایا،اور نہ ہی ان کے متعلق صحابہ کے اس طریقہ کو اختیار کیا، جو صحابۂ کرام نے مرتدین کے بارے میں

اختیار کیا، جیسا کہ مسیلمہ کذّاب اور ان کے مثل، بلکہ حضرت علی اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ، خوارج کے متعلق، صحابۂ کرام کے اس طریقہ کے خلاف ہے، جو انہوں نے مرتدین کے بارے میں اختیار کیا تھا، اور کسی نے اس پر نکیر نہیں کی، جس سے صحابۂ کرام کا اس بات پر اتفاق ثابت ہو گیا کہ وہ لوگ دینِ اسلام سے مرتد (اور خارج) نہیں (منهاجُ السنة)

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں ایک مقام پر فرمایا کہ:

قالوا :من قال كذا فهو كافر اعتقد المستمع أن هذا اللفظ شامل لكل من قاله ولم يتدبروا أن التكفير له شروط وموانع قد تنتفي في حق المعين وأن تكفير المطلق لا يستلزم تكفير المعين إلا إذا وجدت الشروط وانتفت الموانع يبين هذا أن الإمام أحمد وعامة الأئمة : الذين أطلقوا هذه العمومات لم يكفروا أكثر من تكلم بهذا الكلام بعينه (مجموع الفتاوى، ج۱۲، ص۴۸۷، ۴۸۸، فصل في تكفير أهل البدع والأهواء بناء على ما قاولوه، عدم تكفير من يفضلون عليا)

ترجمہ: فقہاء نے جب یہ کہا کہ جو ایسا قول کرے، تو وہ کافر ہے، اس کو سننے والے نے یہ سمجھ لیا کہ یہ لفظ ہر کہنے والے کو شامل ہے، اور یہ غور نہیں کیا کہ اس کو کافر قرار دینے کے لیے کچھ شرائط اور موانع ہیں، جن کی بعض اوقات متعین شخص کے حق میں نفی ہوتی ہے، اور مطلق کافر قرار دینا معین شخص کو کافر قرار دینے کو مستلزم نہیں، مگر اسی صورت میں جبکہ شرائط پائی جائیں، اور موانع کی نفی ہو، جس کی اس بات سے وضاحت ہوتی ہے کہ امام احمد اور عام ائمہ، جنہوں نے ان عموماتِ کفر کا اطلاق کیا ہے، خود ان ہی ائمہ نے بعینہٖ اس کلام کرنے والے اکثر متکلمین کی تکفیر نہیں کی (مجموع الفتاوىٰ)

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں ایک مقام پر فرمایا کہ:

’’جب آپ کسی امام کو دیکھیں کہ اس نے کسی قائل کے قول کو غلط قرار دیا ہے، یا اس کو کفر

قرار دیا ہے، تو یہ حکم ہر شخص کے لیے عام نہیں ہوگا کہ جو بھی یہ قول کرے، مگر اسی وقت جبکہ وہ شرط پائی جائے، جس کی وجہ سے وہ تغلیظ اور تکفیر کا مستحق ہوتا ہے، کیونکہ جو شخص ظاہرِ شریعت میں سے کسی چیز کا انکار کرے، لیکن وہ قریب زمانے میں اسلام لایا ہو، یا جہالت والے علاقے میں پلا بڑھا ہو، تو اس کو اس وقت تک کافر قرار نہیں دیا جائے گا، جب تک اس کو حجتِ نبوی نہ پہنچ جائے، اور اس میں لوگوں کے احوال مختلف ہو سکتے ہیں (مثلاً ایک شخص کے حق میں ایک بات بدیہیات میں سے ہو، اور دوسرے شخص کے حق میں بدیہیات میں سے نہ ہو) پس یہ بہت بڑا اصول ہے، جس کو یاد رکھنا چاہیے"۔

انتھٰی۔ [1]

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے "بغیةُ المرتاد" میں فرمایا کہ:

"بعض اقوال کفر ہوتے ہیں، لیکن کسی متعین شخص کے حق میں تکفیر کا ثبوت حجت قائم کرنے کے بعد ہی ہوتا ہے، اور ان اقوال کے قائل پر تکفیر کے قول کا اطلاق ایسا ہی ہوتا ہے، جیسا کہ نصوص میں کسی وعید کا اطلاق ہوتا ہے، لیکن اس وعید کے حکم کا متعین شخص کے حق میں ثبوت اس وقت ہوتا ہے، جب کہ اس کی شرائط پائی جائیں، اور موانع کا انتفاء بھی ہو، اسی وجہ سے ائمہ نے بعض اقوال پر تکفیر کے قول کا اطلاق کیا ہے، لیکن اسی کے ساتھ انہوں نے اس قول کے قائل پر متعین طریقہ پر کافر ہونے کا حکم نہیں لگایا (جس سے لزومِ کفر و التزامِ کفر، اور کفرِ مطلق و عام، اور کفرِ خاص و معین، میں فرق ظاہر

---

[1] فإذا رأيت إماما قد غلط على قائل مقالته أو كفره فيها فلا يعتبر هذا حكما عاما فى كل من قالها إلا إذا حصل فيه الشرط الذى يستحق به التغليظ عليه و التكفير له؛ فإن من جحد شيئا من الشرائع الظاهرة و كان حديث العهد بالإسلام أو ناشئا ببلد جهل لا يكفر حتى تبلغه الحجة النبوية .و كذلك العكس إذا رأيت المقالة المخطئة قد صدرت من إمام قديم فاغتفرت؛ لعدم بلوغ الحجة له؛ فلا يغتفر لمن بلغته الحجة ما اغتفر للأول فلهذا يبدع من بلغته أحاديث عذاب القبر ونحوها إذا أنكر ذلك و لا تبدع عائشة ونحوها ممن لم يعرف بأن الموتى يسمعون فى قبورهم؛ فهذا أصل عظيم فتدبره فإنه نافع .وهو أن ينظر فى "شيئين فى المقالة "هل هى حق؟ أم باطل؟ أم تقبل التقسيم فتكون حقا باعتبار باطلا باعتبار؟ وهو كثير وغالب؟ .ثم النظر الثانى فى حكمه إثباتا أو نفيا أو تفصيلا و اختلاف أحوال الناس فيه فمن سلك هذا المسلك أصاب الحق قولا وعملا وعرف إبطال القول وإحقاقه وحمده فهذا هذا والله يهدينا ويرشدنا إنه ولى ذلك و القادر عليه(مجموع الفتاوى،لابن تيمية، ج٦،ص ٦١)

ہوگیا)''۔انتہٰی۔ [1]

اور ایک مقام پر علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:

''علماء کا ''اہلِ بدعت'' اور ''اہلِ اھواء'' کی ''تکفیر'' اور ''تخلید فی النار'' میں اختلاف ہے، اور ائمہ میں سے ہر ایک کے بارے میں دو قول روایت کیے جاتے ہیں، اور ان کے بعض متبعین اس اختلاف کو تمام اہلِ بدعت کے بارے میں نقل کرتے ہیں، اور یہ غلطی اتنی زیادہ واقع ہوئی ہے کہ جس کو شمار نہیں کیا جاسکتا، اور ان کے مقابلے میں بعض حضرات یہ گمان کرتے ہیں کہ اہلِ اھواء میں سے کسی کی بھی تکفیر نہیں کی جائے گی، اگرچہ وہ الحاد اور تعطیل اور اتحاد کے اقوال کو اختیار کریں۔

لیکن اس سلسلے میں تحقیقی بات یہ ہے کہ کوئی قول بعض اوقات کفر ہوتا ہے، جیسا کہ ''جہمیۃ'' کے اقوال، مثلاً اللہ کا کلام نہ کرنا، اور آخرت میں رؤیت کا نہ ہونا، لیکن بعض لوگوں پر اس کے کفر، یا کافر ہونے کی حقیقت مخفی رہ جاتی ہے، اور وہ اس قول کے قائل کی تکفیر کا قول کر بیٹھتا ہے، حالانکہ متعین شخص کی تکفیر اس وقت تک نہیں کی جاسکتی، جب تک اس پر حجت قائم نہ کردی جائے، پس وہ اقوال ''لزومِ کفر'' کے ہیں، اور ان اقوال کے قائلین بھی ''لزومِ کفر'' کے حامل ہیں، لیکن ان اقوال کے حاملین کو متعین طریقے پر ''التزامِ کفر'' کا مصداق قرار دے کر ''تکفیر'' کا حکم نہیں لگایا جائے گا، تا آنکہ حجت قائم

---

[1] وكثير من أهل المقالات قد أخرج بعض الموجودات عن قدرته ومنع قدرته عن أشياء كحال الذى قال لولده ما قال فهذه المقالات هى كفر لكن ثبوت التكفير فى حق الشخص المعين موقوف على قيام الحجة التى يكفر تاركها وإن أطلق القول بتكفير من يقول ذلك فهو مثل إطلاق القول بنصوص الوعيد مع أن ثبوت حكم الوعيد فى حق الشخص المعين موقوف على ثبوت شروطه وانتفاء موانعه ولهذا أطلق الأئمة القول بالتكفير مع أنهم لم يحكموا فى عين كل قائل بحكم الكفار بل الذين استمحنوهم وأمروهم بالقول بخلق القرآن وعاقبوا من لم يقل بذلك إما بالحبس والضرب والإخافة وقطع الرزق بل بالتكفير أيضا لم يكفروا كل واحد منهم وأشهر الأئمة بذلك الإمام أحمد وكلامه فى تكفير الجهمية مع معاملته مع الذين امتحنوه وحبسوه وضربوه مشهور معروف.

وإنما القصد هنا التنبيه على أن عامة هذه التأويلات مقطوع ببطلانه وأن الذى يتأوله أو يسوغ تأويله فقد يقع بالخطأ فى نظيره أو فيه بل قد يكفر من يتأوله ونحن قد بسطنا الكلام فى هذه الأبواب فى غير هذا الموضع (بغية المرتاد فى الرد على المتفلسفة والقرامطة والباطنية، لابن تيمية، ص ۳۵۴)

ہونے وغیرہ جیسی ’’شرائطِ تکفیر‘‘ نہ پائی جائیں، اور موانع منتفی نہ ہوں۔

اسی کے ساتھ یہ سمجھ لینا بھی ضروری ہے کہ کفر کی بھی دو قسمیں ہیں، جن میں ایک ’’کفرِ ظاہر‘‘ کہلاتا ہے، اور دوسرا ’’کفرِ نفاق‘‘ کہلاتا ہے، بعض اوقات مطلق کفر کا اطلاق ’’نفاق‘‘ پر بھی کیا جاتا ہے، لیکن یہ اطلاق، آخرت کے اعتبار سے ہوتا ہے، دنیا کے اعتبار سے منافق پر مسلمانوں والے احکام ہی جاری ہوتے ہیں، منافق پر دنیا کے اعتبار سے، کافر ہونے کا اطلاق نہیں کیا جاتا۔

اس بات کو اچھی طرح سمجھ لینا ضروری ہے، جس کو ملاحظہ نہ کرنے کی وجہ سے، بہت سے حضرات ’’اہلِ اھواء‘‘ کی دنیا کے اعتبار سے تکفیر کی غلطی کر بیٹھتے ہیں، جبکہ بعض اہلِ اھواء تو خاطی، جاہل اور گمراہ ہوتے ہیں، ان کو آخرت اور باطن کے اعتبار سے بھی کافر قرار دینا درست نہیں ہوتا، اور بعض ’’اہلِ اھواء‘‘ منافق، زندیق ہوتے ہیں، جو صرف آخرت کے اعتبار سے ہی کافر قرار پاتے ہیں، دنیا کے اعتبار سے اُن پر کافروں والے احکام پھر بھی جاری نہیں ہوتے، بلکہ ان پر بظاہر دنیا میں مسلمانوں والے احکام جاری ہوتے ہیں‘‘۔ انتھٰی۔ [1]

---

[1] والعلماء قد تنازعوا فی تکفیر أهل البدع والأهواء وتخلیدهم فی النار وما من الأئمة إلا من حکی عنه فی ذلک "قولان "کمالک والشافعی وأحمد وغیرهم وصار بعض أتباعهم یحکی هذا النزاع فی جمیع أهل البدع؛ وفی تخلیدهم حتی التزم تخلیدهم کل من یعتقد أنه مبتدع بعینه وفی هذا من الخطأ ما لا یحصی؛ وقابله بعضهم فصار یظن أنه لا یطلق کفر أحد من أهل الأهواء ؛ وإن کانوا قد أتوا من الإلحاد وأقوال أهل التعطیل والاتحاد .

والتحقیق فی هذا :أن القول قد یکون کفرا کمقالات الجهمیة الذین قالوا :إن الله لا یتکلم ولا یری فی الآخرة؛ ولکن قد یخفی علی بعض الناس أنه کفر فیطلق القول بتکفیر القائل؛ کما قال السلف من قال : القرآن مخلوق فهو کافر ومن قال :إن الله لا یری فی الآخرة فهو کافر ولا یکفر الشخص المعین حتی تقوم علیه الحجة کما تقدم کمن جحد وجوب الصلاة .والزکاة واستحل الخمر؛ والزنا وتأول .فإن ظهور تلک الأحکام بین المسلمین أعظم من ظهور هذه فإذا کان المتأول المخطء فی تلک لا یحکم بکفره إلا بعد البیان له واستتابته. کما فعل الصحابة فی الطائفة الذین استحلوا الخمر -ففی غیر ذلک أولی وأحری وعلی هذا یخرج الحدیث الصحیح .(فی الذی قال :إذا أنا مت فأحرقونی ثم اسحقونی فی الیم فوالله لئن قدر الله علی لیعذبنی عذابا ما عذبه أحدا من العالمین) وقد غفر الله لهذا مع ما حصل له من الشک فی قدرة الله وإعادته إذا حرقوه وهذه المسائل مبسوطة فی غیر هذا الموضع....... ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نیز علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ ایک مقام پر فرماتے ہیں:

الإيمان الظاهر الذى تجرى عليه الأحكام فى الدنيا لا يستلزم الإيمان فى الباطن الذى يكون صاحبه من أهل السعادة فى الآخرة. فإن المنافقين الذين قالوا :(آمنا بالله وباليوم الآخر وما هم بمؤمنين) هم فى الظاهر مؤمنون يصلون مع الناس .ويصومون ويحجون ويغزون والمسلمون يناكحونهم ويوارثونهم كما كان المنافقون على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم ولم يحكم النبى صلى الله عليه وسلم فى المنافقين بحكم الكفار المظهرين للكفر لا فى مناكحتهم ولا موارثتهم ولا نحو ذلك ؛ بل لما مات عبد الله بن أبى ابن سلول - وهو من أشهر الناس بالنفاق -ورثه ابنه عبد الله وهو من خيار المؤمنين. وكذلك سائر من كان يموت منهم يرثه ورثته المؤمنون ؛ وإذا مات لأحدهم .وارث ورثوه مع المسلمين .

وقد تنازع الفقهاء فى المنافق الزنديق الذى يكتم زندقته، هل يرث ويورث ؟ على قولين .والصحيح أنه يرث ويورث وإن علم فى الباطن أنه منافق كما كان الصحابة على عهد النبى صلى الله عليه وسلم لأن الميراث مبناه على الموالاة الظاهرة لا على المحبة التى فى القلوب فإنه لو علق بذلك لم تمكن معرفته. والحكمة إذا كانت خفية أو

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾و "بالجملة "فأصل هذه المسائل أن تعلم أن الكفر "نوعان :"كفر ظاهر وكفر نفاق فإذا تكلم فى أحكام الآخرة كان حكم المنافق حكم الكفار وأما فى أحكام الدنيا فقد تجرى على المنافق أحكام المسلمين(مجموع الفتاوى،لا بن تيمية، ج۷،ص ۶۲۱، كتاب الإيمان)

فهذا "أصل "ينبغى معرفته فإنه مهم فى هذا الباب .فإن كثيرا ممن تكلم فى "مسائل الإيمان والكفر -" لتكفير أهل الأهواء -لم يلحظوا هذا الباب ولم يميزوا بين الحكم الظاهر والباطن مع أن الفرق بين هذا وهذا ثابت بالنصوص المتواترة والإجماع المعلوم؛ بل هو معلوم بالاضطرار من دين الإسلام .ومن تدبر هذا علم أن كثيرا من أهل الأهواء والبدع :قد يكون مؤمنا مخطئا جاهلا ضالا عن بعض ما جاء به الرسول صلى الله عليه وسلم وقد يكون منافقا زنديقا يظهر خلاف ما يبطن(مجموع الفتاوى،لا بن تيمية، ج۷،ص ۴۷۳، كتاب الإيمان)

منتشرة علق الحكم بمظنتها وهو ما أظهره من موالاة المسلمين ....
وبهذا يظهر الجواب عن شبهات كثيرة تورد في هذا المقام ؛ فإن كثيرا من المتأخرين ما بقي في المظهرين للإسلام عندهم إلا عدل أو فاسق .وأعرضوا عن حكم المنافقين والمنافقون ما زالوا ولا يزالون إلى يوم القيامة.
والنفاق شعب كثيرة (مجموع الفتاوى،لا بن تيمية، ج٧،ص ٢١٠ ،الیٰ ص ٢١٨، ملخصاً، كتاب الإيمان الكبير،الأحكام انما تكون على الاعمال الظاهرة)

ترجمہ: ایمانِ ظاہری، جس پر دنیا کے اندر احکام جاری ہوتے ہیں، وہ اس ایمانِ باطنی کو مستلزم نہیں، جس کا حامل آخرت میں اہلِ سعادت میں سے ہوتا ہے۔
کیونکہ وہ منافقین، جنہوں نے یہ کہا کہ ’’آمنا باللّٰہِ وباليوم الآخر وما هم بمؤمنين‘‘ وہ ظاہر میں مومن تھے، لوگوں کے ساتھ نماز پڑھتے تھے، اور روزے رکھتے تھے، اور حج کرتے تھے، اور جہاد کرتے تھے، اور مسلمان، ان سے نکاح کرتے تھے، اور ان کو میراث فراہم کرتے تھے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں منافقین تھے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان منافقین پر، ان کفار کا حکم نہیں لگایا، جو کفار، کفر کو ظاہر کرنے والے تھے، نہ تو ان سے نکاح کرنے کے متعلق، اور نہ ان کی وراثت کے متعلق، اور نہ ہی اس جیسی کسی اور چیز کے متعلق، بلکہ جب عبداللہ بن ابی ابن سلول مرگیا، جو کہ نفاق میں سب لوگوں سے زیادہ مشہور تھا، تو اس کے بیٹے عبداللہ، اس کے وارث ہوئے، جو کہ نیک مومنوں میں سے تھے، اور اسی طریقے سے منافقین میں سے وہ تمام لوگ جو فوت ہوتے تھے، ان کے مومن رشتہ دار، وارث ہوا کرتے تھے، اور جب ان منافقین کا کوئی (مومن) رشتہ دار فوت ہوجاتا تھا، تو وہ منافقین، مسلمانوں کے ساتھ میراث میں شریک ہوا کرتے تھے۔
اور فقہاء کا اس منافق زندیق کے بارے میں اختلاف ہے، جو اپنے ’’زندقہ‘‘ کو

چھپائے کہ کیا وہ میراث پائے گا، یا اس کی میراث جاری ہوگی؟ اس میں دونوں قول ہیں، اور صحیح یہ ہے کہ وہ میراث بھی پائے گا، اور اس کی میراث بھی جاری ہوگی، اگرچہ اس کا باطن میں منافق ہونا، معلوم ہو، جیسا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں معاملہ تھا، کیونکہ میراث کا دارومدار، ظاہری تعلق ورشتہ داری پر ہے، قلبی محبت وتعلق پر نہیں ہے، اگر اس کا دارومدار قلبی محبت وتعلق پر ہوتا، تو اس کی پہچان ممکن نہیں تھی، اور حکمت، جب خفیہ یا منتشر ہوتی ہے، تو حکم کو اس کے مظنہ پر متعلق کیا جاتا ہے، اور وہ مظنہ مسلمانوں سے تعلق کا اظہار ہے (اور وہ تعلق ظاہر میں مومن ہونے سے حاصل ہوجاتا ہے)

(......تفصیلی دلائل نقل کرنے کے بعد علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں......)

اور اس تفصیل سے بہت سے ان شبہات کا جواب ظاہر ہوجاتا ہے، جو اس مقام پر پیدا ہوتے ہیں، کیونکہ بہت سے متاخرین کی طرف سے، باقی رہ جانے والوں اور اسلام کو ظاہر کرنے والوں کے متعلق یا تو عادل ہونا تھا، یا فاسق ہونا تھا، اور انہوں نے منافقین کے (مستقل) حکم سے اعراض کیا، حالانکہ منافقین برابر باقی رہے، اور قیامت تک باقی رہیں گے۔

اور نفاق کے بہت سارے شعبے ہیں (مجموع الفتاویٰ)

علامہ ابنِ نجیم حنفی نے''البحرُ الرائق''میں فرمایا کہ:

''جامعُ الفصولین''میں ہے کہ امام طحاوی نے ہمارے اصحابِ حنفیہ سے روایت کیا ہے کہ آدمی ایمان سے، اس وقت تک نہیں نکلتا، جب تک کہ اس چیز کا انکار نہ کرے، جس کی وجہ سے وہ ایمان میں داخل ہوا تھا، اور جب تک اس کے مرتد ہونے کا یقین نہ ہوجائے، اس وقت تک، اس پر مرتد ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا، اور جس کے مرتد ہونے میں شک ہو، اس کے مرتد ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا، کیونکہ جو اسلام ثابت ہے، وہ شک سے ختم نہیں ہوتا، اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ اسلام غالب رہتا ہے

(اس لیے کفر کے مقابلہ میں اسلام کا حکم ہی راجح ہوگا) اور عالمِ دین کے لیے ضروری ہے کہ جب اس کی طرف، اس طرح کا معاملہ پہنچے، تو وہ مسلمان کو کافر قرار دینے میں جلد بازی نہ کرے، اور بعض چیزیں ایسی بھی ہیں، جن کو کفر سمجھا جاتا ہے، باوجودیکہ وہ کفر نہیں ہیں۔

اور''الفتاویٰ الصغریٰ ''میں ہے کہ کفر بہت بڑی چیز ہے، میں اس وقت تک کسی مومن کو، کافر قرار نہیں دیتا، جب تک کہ اس کے کافر نہ ہونے کی ایک روایت بھی مجھے ملے۔

اور''خلاصہ'' وغیرہ میں ہے کہ جب کسی مسئلے میں چند احتمالات، کفر کے حکم کو ثابت کرتے ہوں، اور ایک احتمال کفر کے حکم سے منع کرتا ہو، تو مفتی پر واجب ہے کہ وہ اس احتمال کی طرف مائل ہو، جو کفر کے حکم سے منع کرتا ہے، مسلمان سے حسنِ ظن رکھنے کے لیے، مگر یہ کہ وہ خود ہی کفر کے حکم کی تصریح کردے، اور''التتارخانیة''میں ہے کہ احتمال کی وجہ سے کافر قرار نہیں دیا جائے گا، کیونکہ کفر انتہائی درجے کی سزا ہے، جس کے لیے جنایت اور جرم بھی انتہائی درجے کا پایا جانا ضروری ہے، اور احتمال کے ہوتے ہوئے، انتہائی درجے کا جرم نہیں پایا جاتا۔

اور جس مسلمان کے کلام کو اچھے پہلو پر محمول کرنا ممکن ہو، یا اس کے کفر میں اختلاف ہو، اگرچہ کوئی ضعیف روایت ہی کیوں نہ ہو، تو اس کے کفر کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا، پس اسی بناء پر جو (فقہاء کے کلام میں) اکثر کفر کے الفاظ مذکور ہیں، ان کی وجہ سے کفر کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا، اور میں نے اپنے اوپر اس بات کو لازم کرلیا ہے کہ جو کفر یہ الفاظ مذکور ہیں، میں ان میں سے کسی کی وجہ سے، کفر کا فتویٰ نہیں دوں گا''۔انتھٰی۔ [1]

---

[1] وفي جامع الفصولين روى الطحاوي عن أصحابنا لا يخرج الرجل من الإيمان إلا جحود ما أدخله فيه ما تيقن أنه ردة يحكم بها به وما يشك أنه ردة لا يحكم بها إذ الإسلام الثابت لا يزول بشك مع أن الإسلام يعلو وينبغي للعالم إذا رفع إليه هذا أن لا يبادر بتكفير أهل الإسلام مع أنه يقضي بصحة إسلام المكره أقول : قدمت هذه لتصير ميزانا فيما نقلته في هذا الفصل من المسائل فإنه قد ذكر في بعضها أنه كفر مع أنه لا يكفر على قياس هذه المقدمة فليتأمل اهـ.

وفي الفتاوى الصغرى الكفر شيء عظيم فلا أجعل المؤمن كافرا متى وجدت رواية أنه لا يكفر اهـ.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

علامہ ابنِ عابدین شامی نے ''ردُّالمحتار'' میں فرمایا کہ:

''جمہور فقہاء اور محدثین کے نزدیک خوارج کا حکم باغیوں کا ہے، اور بعض محدثین نے ان کے کفر کا قول کیا ہے، لیکن ابنِ منذر نے فرمایا کہ میرے علم میں یہ بات نہیں کہ کسی نے ان محدثین کے خوارج کو کافر قرار دینے میں ان کی موافقت کی ہو، جس کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے کافر نہ ہونے پر فقہاء کا اجماع ہے۔

اور ''المحیط'' میں یہ بات مذکور ہے کہ بعض فقہاء نے اہلِ بدعت میں سے کسی کی تکفیر نہیں کی، اور بعض نے اہلِ بدعت میں سے اُن فرقوں کی تکفیر کی ہے، جن کی بدعت، دلیلِ قطعی کے مخالف ہو، اور اس بات کی نسبت اکثر اہلِ سنت کی طرف کردی ہے، لیکن پہلی نقل زیادہ مضبوط ہے، جس کی رُو سے اہلِ بدعت میں سے کسی کی تکفیر نہیں کی جائے گی، البتہ اہلِ مذہب کے کلام میں تکفیر کا کثرت سے ذکر آیا ہے، لیکن یہ ان فقہاء کا کلام نہیں، جو مجتہدین ہیں، بلکہ غیر مجتہد فقہاء کا کلام ہے، اور غیر مجتہد فقہاء کے قول کا، مجتہدین فقہاء کے قول کے مقابلے میں، کوئی اعتبار نہیں، اور مجتہدین سے وہی بات منقول ہے، جو ہم نے ذکر کی، یعنی اہلِ بدعت میں سے کسی فرقے کی علی العین تکفیر نہیں

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وقال قبله وفى الجامع الأصغر إذا أطلق الرجل كلمة الكفر عمدا لكنه لم يعتقد الكفر قال بعض أصحابنا لا يكفر لأن الكفر يتعلق بالضمير ولم يعقد الضمير على الكفر وقال بعضهم يكفر وهو الصحيح عندى لأنه استخف بدينه اهـ.

وفى الخلاصة وغيرها إذا كان فى المسألة وجوه توجب التكفير ووجه واحد يمنع التكفير فعلى المفتى أن يميل إلى الوجه الذى يمنع التكفير تحسينا للظن بالمسلم زاد فى البزازية إلا إذا صرح بإرادة موجب الكفر فلا ينفعه التأويل حينئذ وفى التتارخانية لا يكفر بالمحتمل لأن الكفر نهاية فى العقوبة فيستدعى نهاية فى الجناية ومع الاحتمال لا نهاية اهـ.

والحاصل أن من تكلم بكلمة الكفر هازلا أو لاعبا كفر عند الكل ولا اعتبار باعتقاده كما صرح به قاضى خان فى فتاويه ومن تكلم بها مخطئا أو مكرها لا يكفر عند الكل ومن تكلم بها عالما عامدا كفر عند الكل.

ومن تكلم بها اختيارا جاهلا بأنها كفر ففيه اختلاف. والذى تحرر أنه لا يفتى بتكفير مسلم أمكن حمل كلامه على محمل حسن أو كان فى كفره اختلاف ولو رواية ضعيفة فعلى هذا فأكثر ألفاظ التكفير المذكورة لا يفتى بالتكفير بها ولقد ألزمت نفسى أن لا أفتى بشيء منها (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج۵، ص۱۳۴ و۱۳۵، كتاب السير، باب أحكام المرتدين)

کی جائے گی، اور ابنِ منذر مجتہدین کے مذاہب کو نقل کرنے میں زیادہ معرفت رکھتے ہیں"۔ انتھیٰ۔ [1]

"الدرُّ المختار" میں ایک مقام پر علامہ حصکفی نے فرمایا کہ:

وفی النهر مناكحة المعتزلة لأنا لا نكفر أحدا من أهل القبلة إن وقع إلزاما فی المباحث (الدر المختار مع ردالمحتار، ج۳ص ۴۶، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات)

ترجمہ: اور "النھر" میں ہے کہ "معتزلہ" فرقے سے نکاح کا تعلق، قائم کرنا حلال ہے، کیونکہ ہم اہلِ قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے، اگرچہ اُن فرقوں کی بحث کرتے وقت کفر کا الزام کیوں نہ واقع ہوا ہو (الدرالمختار)

علامہ ابنِ عابدین شامی نے "ردُّ المحتار" میں، علامہ حصکفی کی مذکورہ عبارت کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ:

وأما المعتزلة فمقتضى الوجه حل مناكحتهم؛ لأن الحق عدم تكفير أهل القبلة، وإن وقع إلزاما فی المباحث.

بخلاف من خالف القواطع المعلومة بالضرورة من الدين مثل القائل بقدم العالم ونفی العلم بالجزئيات على ما صرح به المحققون. وأقول: وكذا القول بالإيجاب بالذات ونفی الاختيار .اهـ .

وقوله :وإن وقع إلزاما فی المباحث معناه، وإن وقع التصريح بكفر

---

[1] وحكم الخوارج عند جمهور الفقهاء والمحدثين حكم البغاة .وذهب بعض المحدثين إلى كفرهم . قال ابن المنذر :ولا أعلم أحدا وافق أهل الحديث على تكفيرهم، وهذا يقتضی نقل إجماع الفقهاء.
مطلب فی عدم تكفير الخوارج وأهل البدع:
وقد ذكر فی المحيط أن بعض الفقهاء لا يكفر أحدا من أهل البدع .وبعضهم يكفر من خالف منهم ببدعته دليلا قطعيا ونسبه إلى أكثر أهل السنة والنقل الأول أثبت نعم يقع فی كلام أهل مذهب تكفير كثير، لكن ليس من كلام الفقهاء الذين هم المجتهدون بل من غيرهم .مطلب لا عبرة بغير الفقهاء يعنی المجتهدين ولا عبرة بغير الفقهاء، والمنقول عن المجتهدين ما ذكرنا وابن المنذر أعرف بنقل مذاهب المجتهدين(رد المحتار على الدر المختار، ج۴، ص ۲۶۳، كتاب الجهاد، باب البغاة)

المعتزلة ونحوهم عند البحث معهم فی رد مذهبهم بأنه كفر أی يلزم من قولهم بكذا الكفر، ولا يقتضی ذلک كفرهم؛ لأن لازم المذهب ليس بمذهبهم وأيضا فإنهم ما قالوا ذلک إلا لشبهة دليل شرعی علی زعمهم، وإن أخطئوا فيه، ولزمهم المحذور علی أنهم ليسوا بأدنی حالا من أهل الكتاب، بل هم مقرون بأشرف الكتب، ولعل القائل بعدم حل مناكحتهم يحكم بردتهم بما اعتقدوه، وهو بعيد؛ لأن ذلک أصل اعتقادهم، فإن سلم أنه كفر لا يكون ردة .قال فی البحر: وينبغی أن من اعتقد مذهبا يكفر به إن كان قبل تقدم الاعتقاد الصحيح فهو مشرک، وإن طرأ عليه فهو مرتد .اهـ.

وبهذا ظهر أن الرافضی إن كان ممن يعتقد الألوهية فی علی، أو أن جبريل غلط فی الوحی، أو كان ينكر صحبة الصديق، أو يقذف السيدة الصديقة فهو كافر لمخالفته القواطع المعلومة من الدين بالضرورة، بخلاف ما إذا كان يفضل عليا أو يسب الصحابة فإنه مبتدع لا كافر كما أوضحته فی كتابی تنبيه الولاة والحكام عامة أحكام شاتم خير الأنام أو أحد الصحابة الكرام عليه وعليهم الصلاة والسلام(ردالمحتار، ج۳ص ۴۶، كتاب النكاح، فصل فی المحرمات)

ترجمہ: اور رہا ''معتزلہ'' فرقے کا معاملہ، تو راجح قول کا تقاضا یہ ہے کہ ان سے نکاح کرنا، حلال ہے، کیونکہ حق بات یہ ہے کہ اہلِ قبلہ کی تکفیر نہیں کی جائے، اگرچہ اُن کے متعلق مباحث کے موقع پر، کفر کا الزام کیوں نہ واقع ہو۔

برخلاف اُس شخص کے، جو دین کی ضروری معلوم، قطعی باتوں کی مخالفت کرے، مثلاً عالم کو قدیم کہنے والا، اور اللہ تعالیٰ کے جزئیات کے علم کی نفی کرنے والا، جیسا کہ محققین نے تصریح کی ہے، اور اسی طریقے سے اللہ تعالیٰ کی ذات کے واجبُ الوجود ہونے، اور

اس کے اختیار کی نفی کرنے کا قول۔

اور یہ فرمانا کہ ’’اگرچہ اُن کے متعلق مباحث کے موقع پر، کفر کا الزام کیوں نہ واقع ہوا ہو‘‘اس کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ معتزلہ اوران جیسے فرقوں کے مذہب کی تردید کرتے وقت ،اُن کے کفر کی تصریح واقع ہوئی ہو کہ یہ کفر ہے(تب بھی ان کی تکفیر نہ کی جائے گی) کیونکہ اس کی مراد یہ ہے کہ ان کے اس طرح کے قول سے کفر لازم آجاتا ہے، لیکن یہ بات ان کے کافر ہونے کا تقاضا نہیں کرتی، کیونکہ ’’مذہب کا لازم،ان کا مذہب نہیں کہلاتا‘‘ نیز اُن کا یہ قول،ان کے گمان کے مطابق،صرف شرعی دلیل کے شبہ کی وجہ سے واقع ہوا ہے،اگرچہ وہ اس میں خطاء کار ہیں،اس کے علاوہ یہ خرابی بھی لازم آتی ہے کہ ان کو اہلِ کتاب سے ادنیٰ حالت میں بھی داخل نہ مانا جائے(اور نکاح اور ذبیحہ کو بھی حرام قرار دے دیا جائے ، جبکہ اہلِ کتاب عورت سے نکاح اور ان کا ذبیحہ حلال ہے)حالانکہ وہ سب سے اشرف کتاب(یعنی قرآن مجید) کا اقرار کرتے ہیں،اور جن حضرات نے اُن سے نکاح کے حلال ہونے کا قول کیا ہے، اُس نے شاید اُن کے اعتقاد کی وجہ سے،ان کے مرتد ہونے کا حکم لگایا ہے،لیکن یہ حکم لگانا بعید ہے، کیونکہ یہ اُن کے اعتقاد کی بنیاد ہے، پھر اگر اس بات کو تسلیم کرلیا جائے کہ یہ کفر ہے،تب بھی وہ ارتداد نہیں کہلائے گا،جیسا کہ ’’بحر‘‘ میں فرمایا کہ یہ بات ضروری ہے کہ جو کفر یہ مذہب کا اعتقاد رکھتا ہو،اگر وہ اعتقادِ صحیح سے مقدم ہو،تو وہ مشرک ہے،اور اگر اعتقادِ صحیح کے بعد طاری ہوا ہو،تو وہ مرتد ہے۔

اور اس سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ ’’رافضی‘‘ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ میں ’’الوہیت‘‘ کا عقیدہ رکھتا ہو، یا یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ جبریلِ امین نے وحی میں غلطی کی ہے، یا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی صحبت کا انکار کرتا ہو، یا سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر (زنا کی) تہمت لگاتا ہو،تو وہ کافر ہے، کیونکہ اس نے دین کی اُن ضروری چیزوں کی مخالفت کی ہے، جو قطعی طور پر معلوم ہیں۔

برخلاف اس صورت کے کہ جب وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فضیلت دیتا ہو، یا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر سبّ وشتم کرتا ہو، تو وہ بدعتی ہے، کافر نہیں ہے، جیسا کہ میں نے اپنی کتاب ''**تنبیہ الولاۃ والحکام علیٰ أحکام شاتم خیر الأنام**'' میں اس کو واضح کردیا ہے(ردُّ المحتار)

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ بعض اہلِ علم حضرات کے کلام میں ''معتزلہ، خوارج وروافض'' اور بعض دوسرے اہلِ قبلہ فرقوں کے متعلق جو''کفر'' کی تصریح واقع ہوئی ہے، اُس سے ان کے مذہب کی تردید اور یہ بتلانا مقصود ہے کہ اس طرح کے اقوال سے کفر لازم آجاتا ہے، یعنی یہ بحث ''لزومِ کفر'' سے متعلق ہے''التزامِ کفر'' سے متعلق نہیں کہ اس کی وجہ سے ان کو کافر بھی قرار دیا جائے، کیونکہ کسی مذہب، یا قول سے کفر کا لازم آنا، اصل مذہب نہیں کہلاتا، اور جو بات شرعی دلیل میں شبہ کی وجہ سے واقع ہو، اس میں خطاء کا حکم تو لگایا جاتا ہے، لیکن صریح منکِر و کافر ہونے کا حکم نہیں لگایا جاتا۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

حقائقِ دین سے ناواقف کچھ نام کے علماء نے یہ پیشہ بنالیا کہ ذرا ذرا سی بات پر مسلمان کو کافر قرار دینے لگے، باہمی کفر کے فتوے چلنے لگے، اس میں ان لوگوں کو کتبِ فقہ کے ان مسائل سے بھی دھوکا لگا، جو کلماتِ کفریہ کے نام سے بیان کیے جاتے ہیں کہ فلاں فلاں باتیں کلمۂ کفر ہیں، جن کا حاصل اس کے سوا نہیں کہ جس کلمہ سے قطعیاتِ اسلام میں سے کسی چیز کا انکار نکلتا ہے، اس کو کلمۂ کفر قرار دیا گیا، لیکن اس کے ساتھ ہی حضراتِ فقہاء نے اس کی بھی تصریح فرمادی ہے کہ ان کلمات کے، کلماتِ کفر ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جس شخص کی زبان سے یہ کلمات نکلیں، اس کو بے سوچے سمجھے اور بدون تحقیقِ مراد کے کافر کہہ دیا جائے، جب تک یہ ثابت نہ ہوجائے کہ اس کی مراد وہی معنیٰ ومفہوم ہیں، جو کافرانہ عقیدہ، یا کسی ضروری اسلام کا انکار ہے۔

لیکن حقیقتِ حال سے ناواقف لوگوں نے ان کلمات ہی کو فیصلہ کا مدار بنالیا، اور تکفیر

بازی شروع کردی، جس کی ایک بھاری مضرت تو یہ ہوئی کہ ایک مسلمان کو کافر کہنا بڑا سخت معاملہ ہے، جس کے اثرات پورے اسلامی معاشرہ پر پڑتے ہیں، اس کے علاوہ اس میں اپنے ایمان کا خطرہ ہوتا ہے (جواہر الفقہ، جلداول، صفحہ۹۹، ۱۰۰، کتاب الایمان والعقائد، رسالہ ’’ایمان اور کفر قرآن کی روشنی میں‘‘ طبع جدید: نومبر 2010ء، مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم، کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ فقہائے کرام نے جن الفاظ کو کلماتِ کفر قرار دیا ہے، ان سے بعض اوقات غلط فہمی پیدا ہو جاتی ہے، اور بعض حضرات اس قسم کے الفاظ کسی مسلمان کی طرف سے محض صادر ہونے پر کفر کا حکم لگا دیتے ہیں، حالانکہ ان الفاظ سے کفر لازم آنے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ التزامِ کفر بھی پایا جائے۔

آج کل حقائق دین سے ناواقف اور نام کے علماء نے جو تکفیر سازی کو پیشہ بنالیا ہے کہ وہ جہاں کسی سے کوئی اختلاف پاتے ہیں، اس پر فوراً کافر، یا گستاخِ رسول اور مرتد وغیرہ ہونے کا حکم لگا دیتے ہیں، مذکورہ عبارت سے ان شدت پسند حضرات کو عبرت حاصل کرنی چاہئے۔

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہٗ، کفر کا فتویٰ دینے کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

> کتبِ فقہ میں جو ’’کلماتِ کفریہ‘‘ کے نام سے بیان کیے جاتے ہیں، ان کا حاصل صرف یہ ہے کہ ان کلمات سے ضروریاتِ دین میں سے کسی چیز کا انکار نکلتا ہے، یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جس شخص کی زبان سے یہ کلمات نکلیں، اس کو بے سوچے سمجھے اور بدون تحقیقِ مراد کے کافر کہہ دیا جائے، جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ اس کی مراد وہی معنیٰ ومفہوم ہیں، جو کافرانہ عقیدہ ہے (یعنی ضروریاتِ دین میں سے کسی ایک کے منافی ہے) اس کی تکفیر جائز نہیں، فقہائے کرام نے اس کی جگہ جگہ صراحت فرمائی ہے (درسِ مسلم، ص۱۵۴، ۱۵۵، مکتبہ نعمانیہ، کراچی)

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہٗ، اس سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ:

فقہ کی کتابوں میں مثلاً فتاویٰ عالمگیری میں اس مسئلہ پر پورا باب قائم کیا گیا ہے، جس میں بہت سارے جملے لکھے گئے ہیں کہ اگر کسی نے یہ جملہ کہہ دیا، تو وہ کافر ہو جائے گا،

اور کسی نے یہ جملہ کہہ دیا، تو وہ کافر ہو جائے گا، اور ان میں سے بعض جملے بظاہر معمولی سے نظر آتے ہیں، لیکن ان پر بھی کفر کا حکم لگا دیا گیا ہے، تو اس بات کا حاصل بھی یہ ہے کہ یہ کلماتِ کفر ہیں، لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ ان کے بولنے والے پر کفر کا فتویٰ لگایا جائے، اس میں مفتی کو یہ دیکھنا پڑتا ہے کہ اس نے یہ بات، کن حالات میں اور کس صورت میں، کس ماحول میں اور کس سیاق میں کہی ہے، اور اس کی مراد کیا ہے، ان سب باتوں کو دیکھا جاتا ہے (انعام الباری، ج۱ص۳۲۳، کتاب الایمان، مطبوعہ: مکتبۃ الحراء، کراچی)

مطلب یہ ہے کہ کسی کلام، یا کام سے فی نفسہ کفر کے لازم آنے اور اس سے اپنے اوپر کفر کو لازم کر لینے میں فرق ہے، دونوں چیزوں کو ایک درجہ دینا غلط فہمی کا باعث ہے، جس کسی کو کفر لازم آنے والے افعال اور کلمات سے آگاہ کرنا ہو، تو اس کو ''لزومِ کفر والے'' افعال اور کلمات سے مطلع اور آگاہ کیا جاتا ہے، لیکن جب کسی شخص سے اس طرح کے افعال، یا کلمات کا صدور اور ظہور ہو جائے، پھر تاویل وغیرہ کو بھی دیکھا جاتا ہے کہ وہ کوئی تاویل وغیرہ تو ایسی نہیں کرتا، جس کی وجہ سے وہ اپنے اوپر کفر لازم آنے کا انکار کر رہا ہو، اور تاویل وغیرہ اس سلسلہ میں موثر بھی ہو، اگر ایسا ہو، تو ''التزامِ کفر'' کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔

دکتور شیخ سعید بن علی بن وہف قحطانی، اپنی تالیف ''قضیۃُ التکفیر بین أھل السنۃ وفرق الضلال فی ضوء الکتاب والسُّنَّۃ'' میں فرماتے ہیں کہ:

''کسی کو کافر قرار دینے کے لیے، چند ضوابط وقواعد ہیں، جن کی معرفت ضروری ہے۔

کسی کو کافر قرار دینے کا پہلا ضابطہ یہ ہے کہ ظاہر پر حکم لگایا جائے، اہلُ السنۃ کے نزدیک، احکام کا مدار، گمان اور وہم پر نہیں، اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرمایا کہ آپ نے ''لا الٰہ الا اللّٰہ'' کہنے کے بعد بھی اس شخص کو قتل کر دیا، جس کے جواب میں انہوں نے عرض کیا کہ اس نے اسلحہ کے خوف کی وجہ سے یہ جملہ کہا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم نے اس کا دل پھاڑ کر دیکھا تھا، تا کہ آپ جان لیتے کہ اس نے دل سے کہا تھا، یا نہیں؟

اس حدیث میں فقہ اور اصول کے اس مشہور قاعدہ کی دلیل ہے کہ ''أن الأحکام یعمل فیھا بالظاھر، واللہ یتولی السرائر ''(یعنی''احکام میں ظاہر پر عمل کیا جاتا ہے،اور رازداریوں کا اللہ ذمہ دار ہے'')

کسی کو کافر قرار دینے کا دوسرا ضابطہ یہ ہے کہ متعین شخص کو کافر قرار دینے میں احتیاط کو اختیار کیا جائے، کیونکہ اہلُ السنۃ کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص دین کے ضروری معلوم حکم کو حلال سمجھے، وہ کافر ہے، لیکن جو شخص کفریہ بات کہے، یا کفریہ فعل کرے،تو اس پر اس وقت تک کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا، جب تک کہ کفر کی جملہ شرائط نہ پائی جائیں، اور اس کے موانعات منتفی نہ ہوں، پس جب جملہ شرائط پائی جائیں،اور موانع منتفی ہوں،تو اس کے مرتد ہونے کا حکم لگایا جائے گا،اور اس سے توبہ کو طلب کیا جائے گا، پھر اگر وہ توبہ کرلے،تو فبہا، ورنہ اس کو قتل کردیا جائے گا۔

کسی کو کافر قرار دینے کا تیسرا ضابطہ یہ ہے کہ پہلے اس پر حجت قائم کی جائے گی،سلف کا اس بات پر اتفاق ہے کہ متعین شخص کو کافر قرار دینے سے پہلے حجت قائم کی جائے گی، جس کے لیے حجت قائم کی جانے والی چیز کی معرفت بھی ضروری ہے،اور حجت پہنچنے اور حجت کے سمجھنے کے درمیان فرق کی معرفت بھی ضروری ہے،اور اس کے دلائل کی معرفت بھی ضروری ہے،جس میں طالبِ علم کے لیے تفصیل اور تدقیق کی ضرورت ہے۔

کسی کو کافر قرار دینے کا چوتھا ضابطہ یہ ہے کہ ہر گناہ کی وجہ سے کافر قرار نہیں دیا جائے گا، جب تک اس کے متعلق''استحلالِ اعتقادی''ثابت نہ ہو''۔انتہٰی۔ [1]

---

[1] الفصل الثالث :ضوابط التکفیر

إن التکفیر له ضوابط لا بد من معرفتها، ومنها الضوابط الآتیة:

ا ــ الحکم بالظاهر، فإن أهل السنة لا تکون أحکامهم مبنیة علی الظنون والأوهام؛ ولهذا قال رسول الله - صلی الله علیه وسلم -لأسامة -رضی الله عنه -عندما قتل رجلا بعد أن قال لا إله إلا الله.أقال لا إله إلا الله وقتلته؟ قال :قلت یا رسول الله :إنما قالها خوفا من السلاح .قال :أفلا شققت عن قلبه حتی تعلم أقالها أم لا؟ فما زال یکررها علی حتی تمنیت أنی أسلمت یومئذ .

وهذا فیه دلیل علی القاعدة المعروفة فی الفقه والأصول أن الأحکام یعمل فیها بالظاهر، والله یتولی السرائر.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

شیخ موصوف مزید فرماتے ہیں:

’’کافرقرار دینے کے کچھ موانعات ہیں،جن کو سمجھنا ضروری ہے،اوروہ درجِ ذیل ہیں:

کافرقرار دینے کا پہلا مانع’’جھل‘‘ ہے،جس کے مختلف حالات ہیں،اوروہ زمان اور مکان اوراشخاص کی حیثیت سے مختلف ہوتے ہیں،بعض لوگوں پر حجت قائم ہوچکی ہوتی ہے،اور بعض پر حجت قائم نہیں ہوتی،اور بعض احکام میں جہالت عذر ہوتی ہے،اور بعض میں عذر نہیں ہوتی،لہٰذا کافر قرار دینے سے پہلے،اس مانع کی تفصیل اور تدقیق ضروری ہے۔

کافرقرار دینے کا دوسرا مانع’’خطاء‘‘ ہے،جس کی قرآن وسنت میں دلیل موجود ہے۔

کافرقرار دینے کا تیسرا مانع’’اکراہ وجبر‘‘ ہے،اس کی دلیل بھی قرآن وسنت میں موجود ہے۔

کافرقرار دینے کا چوتھا مانع’’تاویل‘‘ ہے،جس کی حیثیت اورحدود مختلف ہیں،ان کو پہچاننا بھی ضروری ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

۲ ـ الاحتياط فى تكفير المعين؛ فإن مذهب أهل السنة وسط بين من يقول :لا نكفر من أهل القبلة أحدا، وبين من يكفر المسلم بكل ذنب دون النظر إلى توفر شروط التكفير، وانتفاء موانعه، فأهل السنة يقولون: من استحل ما هو معلوم من الدين بالضرورة كفر، ومن قال :القرآن مخلوق، أو إن الله لا يرى فى الآخرة كفر، لكن الشخص الذى قال مقالة الكفر، أو فعل فعل الكفر، لا يحكم بكفره حتى تتوفر شروط الكفر، وتنتفى موانعه فإذا توفرت الشروط وانتفت الموانع حكم بردته، فيستتاب فإن تاب وإلا قتل .

۳ـ ما تقوم به الحجة :اتفق السلف على عدم تكفير المعين إلا بعد قيام الحجة، فلا بد من معرفة ما تقوم به الحجة، وما الفرق بين بلوغ الحجة وفهمها؟ وما الأدلة على ذلک؟ وهذا يحتاج إلى تفصيل وعناية دقيقة من طالب العلم لا يتسع المقام لذكرها هنا .

۴ ـ عدم التكفير بكل ذنب؛ ولهذا قال الطحاوى رحمه الله:ولا نكفر أحدا من أهل القبلة بذنب ما لم يستحله، والمراد لا يكفر بكل ذنب، فأهل السنة لا يكفرون المسلم الموحد المؤمن بالله واليوم الآخر بذنب يرتكبه :كالزنا، وشرب الخمر، وعقوق الوالدين، وأمثال ذلک، ما لم يستحل ذلک، فإن استحله كفر؛ لكونه بذلک مكذبا لله ولرسوله -صلى الله عليه وسلم -، خارجا عن دينه، أما إذا لم يستحل ذلک فإنه لا يكفر بل يكون ضعيف الإيمان، وله حكم ما تعاطاه من المعاصى فى التفسيق، وإقامة الحدود، وغير ذلک حسبما جاء فى الشرع المطهر(قضية التكفير بين أهل السنة وفرق الضلال فى ضوء الكتاب والسُّنَّة، ص ۳۲،الباب الأول: أصول وضوابط وموانع فى التكفير،الفصل الثالث ضوابط التكفير)

کافر قرار دینے کا پانچواں مانع ''تقلید'' ہے، جو بعض احکام میں حجت قائم ہونے سے پہلے حکمِ کفر کے لیے مانع ہے''۔انتہٰی - [1]

[1] الفصل الرابع :موانع التكفير

إن التكفير له موانع لا بد من فهمها، ومنها الموانع الآتية:

١ ــ الجهل، ولكن العذر بالجهل له حالات؛ لأنه يختلف باختلاف الأزمنة، والأمكنة، والأشخاص يختلفون : فمنهم من قامت عليه الحجة، ومنهم من لم تقم عليه، باعتباره -مثلا :-حديث عهد بإسلام، أو نشأ ببادية بعيدة، وكذلك الجهل يختلف إن كان جهلا بما هو معلوم من الدين بالضرورة أو ما دون ذلك .ولا يعنى أن الجهل عذر مقبول لكل من ادعاه؛ فإن من العلم ما لا يسع المسلم البالغ غير المغلوب على عقله جهله مثل :الصلوات الخمس، وأن لله على الناس صوم رمضان، وحج البيت لمن استطاع إليه سبيلا، وزكاة فى أموالهم، وأن الله حرم عليهم الزنا والقتل، والسرقة والخمر، وما كان فى هذا المعنى، والمقصود أن العذر بالجهل يحتاج إلى تفصيل وعناية وفهم دقيق ليس هذا مقامها .

٢ ــ الخطأ، قال الله تعالى"وليس عليكم جناح فيما أخطأتم به ولكن ما تعمدت قلوبكم"، وقال النبى -صلى الله عليه وسلم :-"إن الله تجاوز عن أمتى الخطأ والنسيان وما استكرهوا عليه"لكن ينبغى أن يعلم أن لذلك ضوابط وشروطا يعرفها أهل العلم لا يتسع المقام لذكرها هنا.

٣ـ الإكراه، للحديث السابق؛ ولقوله تعالى :(من كفر بالله من بعد إيمانه إلا من أكره وقلبه مطمئن بالإيمان ولكن من شرح بالكفر صدرا فعليهم غضب من الله ولهم عذاب عظيم"

والإكراه له أنواع وشروط وضوابط يعرفها العلماء ليس هذا موضع ذكرها .

٤ـ التأويل، المقصود به هنا :التلبس والوقوع فى الكفر من غير قصد لذلك، وسببه القصور فى فهم الأدلة الشرعية دون تعمد للمخالفة، بل يعتقد أنه على حق .قال ابن تيمية رحمه الله :(والتكفير من الوعيد؛ فإنه وإن كان القول تكذيبا لما قاله الرسول -صلى الله عليه وسلم -، لكن قد يكون الرجل حديث عهد بإسلام، أو نشأ ببادية بعيدة، ومثل هذا لا يكفر بجحد ما يجحده حتى تقوم عليه الحجة، وقد يكون الرجل لم يسمع تلك النصوص، أو سمعها ولم تثبت عنده، أو عارضها عنده معارض آخر أوجب تأويلها،وإن كان مخطئا، ولكن التأويل الذى يعذر صاحبه له حدود وشروط وضوابط يعرفها العلماء لا يتسع المقام لذكرها .

٥ ــ التقليد، قال ابن تيمية رحمه الله تعالى: "والذى عليه جماهير الأمة :أن الاجتهاد جائز فى الجملة، والتقليد جائز فى الجملة، لا يوجبون الاجتهاد على كل أحد، ويحرمون التقليد، ولا يوجبون التقليد على كل أحد، ويحرمون الاجتهاد، وأن الاجتهاد جائز للقادر على الاجتهاد، والتقليد جائز للعاجز عن الاجتهاد، فأما القادر على الاجتهاد فهل يجوز له التقليد؟ هذا فيه خلاف، والصحيح أنه يجوز حيث عجز عن الاجتهاد، إما لتكافؤ الأدلة، وإما لضيق الوقت عن الاجتهاد، وإما لعدم ظهور الدليل له؛ فإنه حيث عجز سقط عنه وجوب ما عجز عنه، وانتقل إلى بدله وهو التقليد، كما لو عجز عن الطهارة بالماء ، وكذلك العامى إذا أمكنه الاجتهاد فى بعض المسائل جاز له الاجتهاد؛ فإن الاجتهاد منصب يقبل التجزى والانقسام، فالعبرة بالقدرة والعجز".

ويظهر من كلام الإمام ابن تيمية رحمه الله :أنه يعذر من وقع فى الكفر تقليدا إن كان جاهلا لا بصيرة له ولا فقه، فهو معذور حتى تقوم عليه الحجة.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مذکورہ عبارات وحوالہ جات سے آپ کے سوال کا جواب معلوم ہوگیا،اور یہ واضح ہوگیا کہ کسی پر کفر کا حکم لگانے کے لیے صرف کلماتِ کفر، یا الفاظِ کفر کا صادر ہوجانا، یا کسی بات سے کفر کا لازم آجانا کافی نہیں، بلکہ یہ دیکھنا بھی ضروری ہے کہ اس کی طرف سے کفر کا التزام بھی کیا گیا ہے، یا نہیں، اور کفر کا التزام کرنے کے لیے کئی شرائط ہیں، جن کا لحاظ کیے بغیر کسی پر کفر کا فتویٰ لگا دینا، بہت خطرناک ہے،اوراس میں بعض غیر محقق اور ظاہر بین لوگ مبتلا ہیں۔

اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔آمین۔

فقط وَاللہُ سُبۡحَانَهٗ وَ تَعَالٰی اَعۡلَمُ وَ عِلۡمُهٗ اَتَمُّ وَ أَحۡكَمُ

محمد رضوان خان

3/جمادی الاولیٰ/1442ہجری۔بمطابق19/دسمبر/2020ء بروز ہفتہ

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال الإمام ابن القيم رحمه الله:’’وأما أهل البدع الموافقون لأهل الإسلام، ولكنهم مخالفون فى بعض الأصول فهؤلاء أقسام:أحدها :الجاهل المقلد الذى لا بصيرة له، فهذا لا يكفر، ولا يفسق، ولا ترد شهادته إذا لم يكن قادرا على تعلم الهدى، وحكمه حكم المستضعفين من الرجال والنساء والولدان الذين لا يستطيعون حيلة ولا يهتدون سبيلا فأولئک عسى الله أن يعفو عنهم وكان الله عفوا غفورا‘‘

والتقليد فى الحقيقة :هو اتباع قول من ليس قوله حجة، والخلاصة أن العذر بالتقليد له ضوابط وشروط لا بد من إتقانها، ولا يتسع المقام لذكرها هنا .والله المستعان(قضية التكفير بين أهل السنة وفرق الضلال فى ضوء الكتاب والسُّنَّة، ص ۳۴،الیٰ ۳۷،الباب الأول: أصول وضوابط وموانع فى التكفير،الفصل الرابع : موانع التكفير)

کیا آپ جانتے ہیں؟ مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

’’اسلامی نظریاتی کونسل‘‘ کا

’’پیغامِ پاکستان‘‘ کی روشنی میں ضابطۂ اخلاق

’’اسلامی نظریاتی کونسل‘‘ نے 06اکتوبر2020ء کو’’ پیغامِ پاکستان‘‘ کی روشنی میں، 20 نکاتی ضابطہ اخلاق کی منظوری دی، اسلامی نظریاتی کونسل میں وزارت مذہبی امور کے زیرِ اہتمام ’’پیغامِ پاکستان کانفرنس‘‘ میں 20 نکاتی ضابطۂ اخلاق پر مختلف مکاتبِ فکر کے علماء وزعماء نے اتفاق کیا۔

کانفرنس میں وزیر مذہبی امور ’’پیرنور الحق قادری‘‘ چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل’’ ڈاکٹر قبلہ ایاز‘‘ نامور عالمِ دین’’ مفتی محمد تقی عثمانی ،مفتی منیب الرحمٰن، پروفیسر ساجد میر ،مولانا محمد حنیف جالندھری، ڈاکٹر راغب نعیمی، علامہ عارف واحدی، سید افتخار حسین نقوی، سید ضیااللہ شاہ بخاری، مولانا عبدالمالک، پیر نقیب الرحمٰن، ڈاکٹر معصوم یٰسین زئی ،اور راجہ ناصر عباس صاحبان‘‘ نے شرکت کی، اور 20 نکاتی متفقہ ضابطۂ اخلاق پر دستخط کیے، جس کا مکمل متن درج ذیل ہے:

(1)......تمام شہریوں کا یہ فرض ہے کہ وہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور کو تسلیم کریں، ریاستِ پاکستان کی عزت وتکریم کو یقینی بنائیں اور ہر حال میں ریاست کے ساتھ اپنی وفاداری کے حلف کو نبھائیں۔

(2)......اسلامی جمہوریہ پاکستان کے تمام شہری دستورِ پاکستان میں درج تمام بنیادی حقوق کے احترام کو یقینی بنائیں، ان میں مساوات، سماجی اور سیاسی حقوق، اظہارِ خیال، عقیدہ، عبادت اور اجتماع کی آزادی شامل ہیں۔

(3)......دستورِ پاکستان کی اسلامی ساخت اور قوانینِ پاکستان کا تحفظ کیا جائے گا،

پاکستان کے شہریوں کو یہ حق حاصل ہے کہ شریعت کے نفاذ کے لیے پُر امن جدوجہد کریں۔

(4)......اسلام کے نفاذ کے نام پر جبر کا استعمال، ریاست کے خلاف مسلح کارروائی، تشدد اور انتشار کی تمام صورتیں بغاوت سمجھی جائیں گی اور یہ شریعت کی روح کے خلاف ہیں اور کسی فرد کو یہ حق نہیں کہ وہ حکومتی، مسلح افواج اور دیگر سیکیورٹی کے اداروں کے افراد سمیت کسی بھی فرد کو کافر قرار دے۔

(5)......علماء، مشائخ اور زندگی کے ہر شعبے سے متعلقہ افراد کو چاہیے کہ وہ ریاست اور ریاستی اداروں، خاص طور پر قانون نافذ کرنے والے اداروں اور مسلح افواج کی بھرپور حمایت کریں، تاکہ معاشرے سے تشدد کو جڑ سے اکھاڑ دیا جائے۔

(6)...... ہر فرد، ریاست کے خلاف لسانی، علاقائی، مذہبی اور فرقہ وارانہ تعصّبات کی بنیاد پر چلنے والی تحریکوں کا حصہ بننے سے گریز کرے، ریاست ایسے گروہوں کے خلاف سخت کارروائی کرے گی۔

(7)......کوئی شخص فرقہ وارانہ نفرت، مسلح فرقہ وارانہ تنازعہ اور جبراً اپنے نظریات، کسی دوسرے پر مسلط نہ کرے، کیونکہ یہ شریعت کی کھلی خلاف ورزی ہے اور فساد فی الارض ہے۔

(8)......کوئی نجی، یا سرکاری، یا مذہبی تعلیمی ادارہ عسکریت کی تبلیغ نہ کرے، تربیت نہ دے اور نفرت انگیزی، انتہاء پسندی اور تشدد کو فروغ نہ دے، ایسی سرگرمیوں میں ملوث افراد اور اداروں کے خلاف قانون کے مطابق ثبوت اور شواہد کی بنیاد پر سخت کارروائی کی جائے گی۔

(9)......انتہاء پسندی، فرقہ واریت اور تشدد کو فروغ دینے والوں، خواہ وہ کسی بھی تنظیم یا عقیدے سے ہوں، کے خلاف سخت انتظامی اور تعزیری اقدامات کیے جائیں گے۔

(10)......اسلام کے تمام مکاتبِ فکر کا یہ حق ہے کہ وہ اپنے اپنے مسالک اور عقائد کی

تبلیغ کریں، مگر کسی کو کسی شخص، ادارے، یا فرقے کے خلاف نفرت انگیزی اور اہانت پر مبنی جملوں، یا بے بنیاد الزامات لگانے کی اجازت نہیں ہوگی۔

(11)......کوئی شخص خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، جملہ انبیائے کرام، امہات المؤمنین، اہلِ بیت اطہار، خلفائے راشدین اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین نہیں کرے گا، کوئی فرد، یا گروہ قانون کو اپنے ہاتھ میں نہیں لے گا، نہ ہی توہینِ رسالت کے کیسز کی تفتیش، یا استغاثہ میں رکاوٹ نہیں بنے گا۔

(12)......کوئی شخص کسی مسلمان کی تکفیر نہیں کرے گا اور صرف مذہبی سکالر ہی شرعی اصولوں کی وضاحت مذہبی نظریے کی اساس پر کرے گا، البتہ کسی کے بارے میں کفر کے مرتکب ہونے کا فیصلہ صادر کرنا، عدالت کا دائرۂ اختیار ہے (مسلمان کی تعریف وہی معتبر ہوگی، جو دستورِ پاکستان میں ہے)

(13)......کوئی شخص کسی قسم کی دہشت گردی کو فروغ نہیں دے گا، دہشت گردوں کی ذہنی وجسمانی تربیت نہیں کرے گا، ان کو بھرتی نہیں کرے گا، اور کہیں بھی دہشت گرد سرگرمیوں میں ملوث نہیں ہوگا۔

(14)......سرکاری، نجی اور مذہبی تعلیمی اداروں کے نصاب میں اختلافِ رائے کے آداب کو شامل کیا جائے گا، کیونکہ فقہی اور نظریاتی اختلافات پر تحقیق کرنے کے لیے سب سے موزوں جگہ صرف تعلیمی ادارے ہوتے ہیں۔

(15)......تمام مسلم شہری اور سرکاری حکام اپنے فرائض کی انجام دہی اسلامی تعلیمات اور دستورِ پاکستان کی روشنی میں کریں گے۔

(16)...... بزرگ شہریوں، خواتین، بچوں، خنثیٰ اور دیگر تمام کم مستفیض افراد کے حقوق کے حوالے سے اسلامی تعلیمات، ہر سطح پر دی جائیں گی۔

(17)...... پاکستان کے غیر مسلم شہریوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے مذہب اور مذہبی رسومات کی ادائیگی اپنے اپنے مذہبی عقائد کے مطابق کریں۔

(18)......اسلام خواتین کے حقوق کا تحفظ کرتا ہے، کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ خواتین سے ان کے ووٹ، تعلیم اور روزگار کا حق چھیننے اور ان کے تعلیمی اداروں کو نقصان پہنچائے، ہر فرد غیرت کے نام پر قتل، قرآن پاک سے شادی، ونی، کاروکاری اور وٹہ سٹہ سے باز رہے، کیونکہ یہ اسلام کی رو سے ممنوع ہیں۔

(19)......کوئی شخص مساجد، منبر و محراب، مجالس اور امام بارگاہوں میں نفرت انگیزی پر مبنی تقاریر نہیں کرے گا اور فرقہ وارانہ موضوعات کے حوالے سے اخبارات اور ٹی وی، یا سوشل میڈیا پر متنازعہ گفتگو نہیں کرے گا۔

(20)......آزادی اظہار، اسلام اور ملکی قوانین کے ماتحت ہے، اس لیے میڈیا پر ایسا کوئی پروگرام نہ چلایا جائے، جو فرقہ وارانہ نفرت پھیلانے کا سبب بنے اور پاکستان کی اسلامی شناخت کو مجروح کرے۔

ڈرافٹ تشکیل کردہ

قبلہ ایاز(پی-ایچ-ڈی ایڈنبرا)

چیئرمین: اسلامی نظریاتی کونسل

عبرت کدہ — حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام: قسط 60 — مولانا طارق محمود

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُوْلِی الْاَ بْصَارِ﴾

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

”رجلِ مومن“ کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفاظت

رجلِ مومن کی، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی طرف دعوت، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حقانیت ثابت کرنے پر، فرعون اور اس کے درباری بہت زیادہ غضب ناک ہوئے، لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفاظت کا انتظام ہونے کی وجہ سے علی الاعلان کوئی کارروائی نہ کر سکے، کیونکہ قرائن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فرعون اور اس کے درباریوں نے رجلِ مومن پر براہِ راست ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہیں کی، کیونکہ وہ اس وہم میں مبتلا ہو گئے تھے کہ جس سچائی نے رجلِ مومن کو اتنے بڑے اقدام پر مجبور کر دیا ہے، نہ جانے وہ سچائی کس کس دل میں اتر چکی ہے، ممکن ہے کہ عمائدینِ سلطنت میں سے اور بھی کچھ لوگ رجلِ مومن کی طرح خفیہ ایمان لا چکے ہوں، اور وقت آنے پر اپنے ایمان کا اظہار کریں۔

اس وجہ سے فرعون اور اس کے درباریوں نے رجلِ مومن کے خلاف کارروائی کے لیے کئی منصوبے بنائے، مگر اللہ تعالیٰ نے رجلِ مومن کو اس کے برے نتائج سے بچا لیا۔

اور جس طرح ایک طرف، اللہ تعالیٰ نے رجلِ مومن کو فرعون اور اس کے درباریوں سے بچایا، تو دوسری طرف، اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کے درباریوں کو دنیا اور آخرت کے دوہرے عذاب میں گرفتار کر دیا۔

چنانچہ سورہ غافر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَوَقَاهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ (سورۃ غافر، رقم الآیۃ ۴۵)

یعنی ”پھر اللہ نے اسے تو ان کے مکر (اور برے منصوبوں) کی برائی سے بچایا اور خود آلِ فرعون پر سخت عذاب آ پڑا“۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو فرعون اور اس کے درباریوں کے شر اور ان کی تدبیروں سے بچایا، اس کی تفصیل قرآن مجید میں مذکور نہیں، مگر قرآن مجید کے الفاظ سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ ان کو قتل کرنے اور تکلیف پہنچانے کے لئے قوم فرعون نے بہت سی تدبیریں کی تھیں، اور جب پھر فرعون اور اس کی قوم غرق ہوئی، تو اس رجلِ مومن کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نجات دی گئی اور آخرت کی نجات تو ظاہر ہی ہے۔

قرآن مجید رجلِ مومن کی نجات کے طریقے و ذریعے سے خاموش ہے، ہمارے پاس یہ معلوم کرنے کا کوئی یقینی ذریعہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رجلِ مومن کس طرح بچایا، شاید اللہ تعالیٰ کے یہ بات نہ بتانے میں یہ حکمت ہو کہ تم اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کر دو، پھر یہ اس کا کام ہے کہ وہ تمہیں کس طرح بچاتا ہے، اس کے بچانے کے طریقے تمہاری سوچ سے بہت بلند ہیں۔

البتہ بعض مفسرین نے اپنے اپنے طور پر کچھ اقوال ایسے ذکر کیے ہیں، جس سے پتہ چلتا ہے کہ رجلِ مومن کو فرعون اور اس کے درباریوں سے کس طرح نجات ملی۔ [1]

---

[1] بعض مفسرین کے بقول رجلِ مومن، فرعون اور اس کے درباریوں سے بچ کر پہاڑوں کی طرف نکل گئے تھے، اور فرعون اور اس کے درباری ان کو پکڑ نہ سکے۔

قال مقاتل: لما قال هذه الكلمات، قصدوا قتله فهرب هذا المؤمن إلى الجبل، فلم يقدروا عليه (البحر المحيط فى التفسير، ج٩ ص ٢٦١، سورة غافر)

بعض حضرات نے لکھا ہے کہ اس واقعہ کے بعد جلد ہی موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر نکلے، تو رجلِ مومن بھی ان کے ساتھ سمندر پار ہو گئے۔

قوله تعالى: ”فوقاه الله سيئات ما مكروا“ اختلف القول فى نجاته، منهم من قال: نجا حين نجا موسى وبنو إسرائيل، وذلك عند مجاوزة البحر .وفى القصة: أنه كان قدام موسى حين توجهوا إلى البحر، فقال: إلى أين يا نبى الله؟قال: أمامک.فقال: إنما أمامى البحر .فقال: والله ما كذبت وما كذبت(تفسير السمعانى، ج٥ ص ٢٣، سورة غافر)

قوله عز وجل:”فوقاه الله سيئات ما مكروا“ فيه قولان: أحدهما: أن موسى وقاه الله سيئات ما مكروا , فعلى هذا فيه قولان: أحدهما: أن مؤمن آل فرعون نجاه الله مع موسى حتى عبر البحر واغرق الله فرعون , قاله قتادة , وقيل إن آل فرعون هو فرعون وحده ومنه قول أراكة الثقفى:

(لا تبک ميتا بعد موت أحبة ...على وعباس وآل أبى بكر)يريد أبا بكر .

وقيل: نجا مع موسى فى البحر، وفر فى جملة من فر معه(النكت والعيون، ج٥ ص ١٥٩، سورة غافر)

وقيل: نجا مع موسى فى البحر، وفر فى جملة من فر معه(البحر المحيط فى التفسير، ج٩ ص ٢٦١، سورة غافر)

اور بعض حضرات کے بقول اس کے بعد رجلِ مومن نے فرعون سے بھاگ کر ایک پہاڑی میں پناہ لے لی، جس پر فرعون نے ایک ہزار کا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن قرآن وحدیث، چونکہ اس سے خاموش ہیں، اس لیے ان واقعات کی تکذیب وتصدیق کا اس کے علاوہ ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں کہ اس کی کیفیت اور طریقے کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے رجلِ مومن کو فرعون اور اس کے درباریوں سے اپنے فضل وکرم اور اپنی قدرت کے ذریعے نجات دے دی۔ [1]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

لشکر ان کے تعاقب میں بھیجا، مگر ان میں سے کچھ تو پیاس کے مارے اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے، کچھ کو درندوں نے پھاڑ کھایا، اور جو باقی ماندہ واپس پہنچے، ان کو فرعون نے سازش کی تہمت میں قتل کر دیا، اور اس طرح وہ ہزار کا ہزار پورا لشکر ختم اور واصل جہنم ہوگیا۔

وقيل: لما أظهر إيمانه، بعث فرعون في طلبه ألف رجل فمنهم من أدركه، فذب السباع عنه وأكلتهم السباع، ومنهم من مات في الجبال عطشا، ومنهم من رجع إلى فرعون خائبا، فاتهمه وقتله وصلبه(البحر المحيط في التفسير، ج۹ ص ۲۶۱، سورة غافر)

ابنِ جریر طبری نے اپنی سند کے ساتھ قتادہ سے روایت کیا ہے کہ وہ رجلِ مومن قبطی تھی، اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ سمندر پار کر گئے، اور غرق ہونے سے محفوظ رہے، اور فرعون اپنے لشکر سمیت سمندر میں غرق ہوگیا۔

حدثنا بشر، قال: ثنا يزيد، قال: ثنا سعيد، عن قتادة، قوله:(سيئات ما مكروا) قال: وكان قبطيا من قوم فرعون، فنجا مع موسى، قال: وذكر لنا أنه بين يدي موسى يومئذ يسير ويقول: أين أمرت يا نبي الله؟ فيقول:أمامك، فيقول له المؤمن: وهل أمامي إلا البحر؟ فيقول موسى: لا والله ما كذبت ولا كذبت، ثم يسير ساعة ويقول: أين أمرت يا نبي الله؟ فيقول: أمامك، فيقول: وهل أمامي إلا البحر، فيقول: لا والله ما كذبت، ولا كذبت، حتى أتى على البحر فضربه بعصاه، فانفلق اثنى عشر طريقا، لكل سبط طريق(تفسير الطبري، ج ۲۱ ص ۳۹۴، ۳۹۵، سورة غافر)

بعض مفسرین کے نزدیک رجلِ مومن، فرعون کے پاس سے، نکل کر ایک پہاڑ پر گیا، اور وہاں نماز پڑھ رہا تھا، فرعون نے اس کی تلاش میں اپنے سپاہیوں کو بھیجا، جس وقت اس کے سپاہی وہاں پہنچے، تو وہ مردِ مومن نماز میں تھا، اور جنگل کے درندے اور وحشی جانور اس پر پہرہ دے رہے تھے، وہ سپاہی ان کے پہرے کی وجہ سے اس کے قریب نہ جاسکے، انہوں نے جا کر فرعون کو اس واقعہ کی خبر دی، فرعون ان کی ناکامی کی خبر سن کر غضب ناک ہوا، اور اس نے ان سپاہیوں کو قتل کر دیا۔

والقول الثاني: أن مؤمن آل فرعون لما قال هذه الأقوال، ونصح هذه النصيحة طلبه فرعون ليقتله فهرب، فبعث في طلب جماعة، فوجدوه في جبل يصلي وحواليه السباع يحرسونه ففزعوا ورجعوا(تفسير السمعاني، ج۵ ص ۲۳، سورة غافر)

الثاني: أن مؤمن آل فرعون خرج من عنده هاربا إلى جبل يصلي فيه , فأرسل في طلبه , فجاء الرسل وهو في صلاته وقد ذبت عنه السباع والوحوش أن يصلوا إليه , فعادوا إلى فرعون فأخبروه فقتله(النكت والعيون، ج۵ ص ۱۵۹، سورة غافر)

[1] فقد دلت هذه الآية الكريمة، على أن فرعون وقومه أرادوا أن يمكروا بهذا المؤمن الكريم وأن الله وقاه، أي حفظه ونجاه، من أضرار مكرهم وشدائده بسبب توكله على الله، وتفويضه أمره إليه.

وبعض العلماء يقول: نجاه الله منهم مع موسى وقومه وبعضهم يقول: صعد جبلا فأعجزهم الله عنه ونجاه منهم، وكل هذا لا دليل عليه، وغاية ما دل عليه القرآن أن الله وقاه سيئات مكرهم، أي حفظه ونجاه منها(اضواء البيان في ايضاح القرآن بالقرآن للشنقيطي، ج۶ ص ۳۸۸، سورة غافر)

طب وصحت

حکیم مفتی محمد ناصر

''سَفَرجَل'' یا بہی کے چند مرکبات

''سَفَرجَل'' یا بہی ایک مفید پھل ہے، اس لئے اس کے چند مرکبات جو ہمارے بعض اطباء کے مجربات بھی ہیں، ذیل میں اُن اطباء کے ناموں کے ساتھ نسخوں کی صورت میں تحریر کیے جاتے ہیں۔

دائمی سر درد، قبض اور دل ودماغ کی طاقت کے لئے

اجزاء: مربہ بہی آدھا پاؤ۔ مربہ سیب آدھا پاؤ۔ مربہ آملہ بناری ایک پاؤ۔ مربہ ہریڑ زرد ایک پاؤ۔ ورق چاندی اصل، ایک دفتری (ایک پیکٹ)

مربہ جات سے بیج اور گٹھلی الگ کرلیں، اور شیرہ دھوکر اچھی طرح خشک کرلیں، ان کو کسی پتھر کی صاف کونڈی، جسے لنگری بھی کہتے ہیں، میں ایک ایک کرکے خوب کوٹیں، اور پھر ملا کر یکجان کرلیں، اب چینی یا شیشے کے برتن میں رکھیں، اور پھر اس کے اوپر ورق چاندی خالص، ایک دفتری (ایک پیکٹ) لگا کر مکس کرلیں، بڑوں کے لئے ایک چمچ صبح نہار منہ اور چھوٹوں کے لئے آدھا چمچ صبح نہار منہ، کھلاتے وقت ایک چٹکی اصلی طباشیر کا سفوف (پاؤڈر) ملا کردیں۔

فوائد: یہ دائمی سر درد، دائمی قبض کا علاج ہے، دل اور دماغ کے لئے طاقتور ہے، اور خون کو تر وتازہ کرتا ہے۔

خاص احتیاط: مربہ جات کو دھونے سے لے کر کھانے تک کسی بھی دھات کو ٹچ نہیں کرنا، دھات لگانے سے مرکب کی رنگت سیاہ ہونا شروع ہوجاتی ہے (افادات از حکیم حفیظ اللہ بٹ صاحب، راولپنڈی)

ذہنی دباؤ، مایوسی، سر درد بوجہ ضعفِ دماغ کے لئے

اجزاء: مربہ بہی آدھا پاؤ۔ مربہ سیب آدھا پاؤ۔ مربہ گاجر آدھا پاؤ۔ مغز بادام آدھا پاؤ۔ مغز پستہ آدھا پاؤ۔ خشخاش 60 گرام۔ سونف 30 گرام۔ الائچی سبز 12 گرام۔ ورق چاندی

3 گرام۔ کشتہ مرجان 3 گرام۔

ترکیب تیاری: اول تمام مربہ جات سے شیرہ دھولیں، اور پھر کھرل میں ڈال کران کی چٹنی بنالیں، اورتمام مغزیات باریک پیس کران میں ملادیں، پھر سونف، تخم الائچی اور خشخاش کا پاؤڈر کرکے کشتہ مرجان ملاکرادویہ میں مکس کردیں، آخر میں ورق چاندی، دودو، چار چار ڈال کر چمچ سے مکس کرتے جائیں، بس تیار ہے (کشتہ مرجان کسی بھی اچھے پنسار سٹور سے حاصل کیا جاسکتا ہے)

مقدارِ خوراک، پانچ گرام صبح وشام، ہمراہ دودھ نیم گرم ایک کپ۔

خواص وفوائد: دل، دماغ، جگر، نظر اور گردے کے لئے مقوی، دل کے لئے مفرح، وہم اور وساوس سے حفاظت کا ذریعہ ہے (افادات از حکیم سید تنویر حسین صاحب، لالہ موسیٰ)

منہ کے چھالوں کے لئے

اجزاء: بہی دانہ تین تولہ۔ طباشیر کبود تین تولہ۔ سبز الائچی تین تولہ

ترکیب تیاری: تینوں اشیاء صاف ستھری لیں، اور تینوں کو الگ الگ سفوف کرلیں، تاکہ تینوں چیزوں کی مطلوبہ مقدار حاصل ہوسکے، سفوف کرنے کے بعد تینوں کو خوب اچھی طرح مکس کرلیں، اور کانچ کی شیشی میں سنبھال لیں۔

ترکیبِ استعمال: بوقتِ ضرورت ایک سے دو چٹکی منہ میں چھڑک کر پانچ منٹ تک منہ بند رکھیں، لیکن لعاب نگلنا نہیں، کیونکہ چھالوں سے تراوش شدہ رطوبات نقصان دہ ہوتے ہیں، پانچ منٹ بعد لعابِ دہن گراکر تازہ پانی سے کُلی کریں، اسی طرح دن میں تین سے چار بار کریں۔

نہایت اکسیرُ الاثر اور مجرب دواء ہے (افادات از حکیم جمیل احمد پیر سباقی صاحب، خیبر پختون خواہ)

منہ کے چھالے ختم کرنے کے لئے بہی دانہ کو منہ میں ڈال کر چوسیں، منہ کے چھالوں کے لئے خالی بہی دانہ کو چوسنا بھی فائدہ مند ہے۔ نیز پانچ گرام بہی دانہ لے کر رات کو مٹی کے پیالے میں پانی ڈال کر بھگودیں، صبح پانی چھان کر استعمال کریں، معدہ کے السر کے لئے فائدہ مند ہے۔

نوٹ: طباشیر کبود، طباشیر کی ایک قسم ہے، جو امانت دار پنسار سٹور خالص حالت میں عام مل جاتی ہے۔

اخبارِادارہ مفتی محمد ناصر

ادارہ کے شب وروز

□......11/18/25/ربیع الآخر،اور2/جُمادی الاولیٰ،1442ھ،بروز جمعہ متعلقہ مساجد میں وعظ ومسائل کے سلسلے حسبِ معمول ہوئے،البتہ 2/جُمادی الاولیٰ،کومسجدِ غفران میں مولانا ریحان صاحب نے،جمعہ کی نماز پڑھائی۔

□...... 13/20/27/ربیع الآخر، اور 4/جُمادی الاولیٰ، 1442ھ،بروز اتوار مدیر صاحب کی اصلاحی مجالس صبح تقریباً ساڑھے دس بجے ادارہ غفران میں منعقد ہوتی رہیں۔

□......8/ربیع الآخر، بروز منگل،شعبہ حفظ کے طالب علم محمد حیدر علی کے والد بزرگوار، جناب مقصود انور صاحب کی دعوت پر مدیر صاحب مع چند اساتذہ کے عشائیہ پر مدعو تھے۔

□...... 19/ربیع الآخر، بروز ہفتہ، مولانا عبدالرحمٰن صاحب، بکھر (کلورکوٹ) سے مدیر صاحب سے ملاقات کے لئے ادارہ غفران میں تشریف لائے، ہفتہ کی رات ادارہ میں قیام فرمایا،اوراگلے دن اتوار کوادارہ سے واپس تشریف لے گئے،مولانا موصوف کا مدیر صاحب سے قدیمی تعلق ہے،اور مولانا موصوف پیرانہ سالی اور آزمائش کے زمانہ سے گزر رہے ہیں،اللہ تعالیٰ موصوف کوصحت مع العافیت عطا فرمائیں۔آمین

□......2/جُمادی الاولیٰ، بروز جمعہ، بعد نمازِ عشاء مدیر صاحب نے ادارہ ھٰذا کے پڑوسی عبدالشکور صاحب کا قریبی قبرستان میں نمازِ جنازہ پڑھایا،اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائیں،اور پسِ ماندگان کوصبر عطا فرمائیں۔آمین

□......10/ربیع الآخر(26/نومبر) بروز جمعرات سے تعلیمی اداروں کے لئے کرونا کے عنوان سے جاری کیے جانے والے تعطیلات کے حکومتی نوٹیفکیشن کے مطابق تعمیرِ پاکستان سکول کے طلبہ/طالبات کوگھروں میں کرنے کے لئے کام دیے جانے کے ساتھ سکول میں تعطیلات کردی گئیں۔

اخبارِ عالم

مولانا غلام بلال

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات

21/نومبر/2020ء/5/ربیع الثانی/1442ھ: پاکستان: سرحد پار تجارتی فہرست میں پاکستان کی 31 درجے بہتری، پاکستان عالمی فنڈ کی سالانہ رپورٹ میں 136 پوزیشن سے 108ویں پر آ گیا 22/نومبر: پاکستان: علامہ خادم رضوی سپردِ خاک، نمازہ جنازہ میں لاکھوں عقیدت مندوں کی شرکت، بیٹا سعد رضوی نیا امیر منتخب 23/نومبر: پاکستان: سابق وزیرِ اعظم میاں نواز شریف اور شہباز شریف کی والدہ لندن میں انتقال کر گئیں، تدفین جاتی امراء میں ہوگی 24/نومبر: پاکستان: کورونا سے مزید 39 جاں بحق، تمام تعلیمی ادارے 26 نومبر سے بند، تعلیمی ادارے سردیوں کی تعطیلات کے ساتھ 10 جنوری تک بند رہیں گے، دسمبر میں ہونے والے امتحانات 15 جنوری کے بعد ہوں گے 25/نومبر: پاکستان: ڈالر کے مقابلہ میں روپے کی قدر میں 0.59 تا 0.95 پیسے اضافہ، سونا بھی سستا، 2350 روپے کی نمایاں کمی 26/نومبر: پاکستان: گلگت بلتستان، نومنتخب ارکان نے حلف اٹھالیا، وزیرِ اعلیٰ کے لیے 4 چار نام وزیرِ اعظم کو ارسال، سپیکر و ڈپٹی سپیکر کا چناؤ آج ہوگا 27/نومبر: پاکستان: کورونا وائرس، مزید 51 افراد چل بسے، بلاول بھٹو سمیت 3340 نئے مریض، ملک بھر میں تعلیمی ادارے بند 28/نومبر: پاکستان: وزیرِ خارجہ شاہ محمود قریشی کی سعودی ہم منصب سے ملاقات، توانائی، تجارت اور اقتصادی تعاون کو وسعت دینے پر اتفاق 29/نومبر: پاکستان: لاہور، شریف برادران کی والدہ کی نمازِ جنازہ ادا، شوہر کے پہلو میں سپردِ خاک، سیاسی و مذہبی شخصیات بھی شریک 30/نومبر: پاکستان: غیر ملکی قرضوں کا بوجھ 113 بلین ڈالر تک پہنچ گیا یکم/دسمبر: پاکستان: پیٹرول، مٹی کا تیل اور لائٹ ڈیزل کی قیمتیں برقرار، ہائی سپیڈ ڈیزل کی قیمت میں 4 روپے فی لیٹر اضافہ 2/دسمبر: پاکستان: وفاقی کابینہ، کورونا ویکسین خریداری کی منظوری، 15 کروڑ ڈالر مختص، قیمت 5680 روپے مقرر 3/دسمبر: پاکستان: سابق وزیرِ اعظم میر ظفر اللہ جمالی انتقال کر گئے، 1977 میں پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر ایم پی اے، 2002ء میں 13ویں وزیرِ اعظم بنے 4/دسمبر: پاکستان: پی آئی اے کے جہازوں کی یورپ میں پابندی برقرار، یورپ میں پابندی اٹھانے کے لیے کسی تیسرے ملک سے آڈٹ کرایا جا سکتا ہے 5/دسمبر: پاکستان: پاکستان سٹیزن پورٹل، 30 لاکھ شکایات، 27 لاکھ نمٹا دی گئیں، دو سالہ کارکردگی رپورٹ 6/دسمبر: پاکستان: کورونا ویکسین خریداری، پاکستان کا ورلڈ بینک سے رجوع کا فیصلہ، وزارت

قومی صحت نے باضابطہ درخواست کے لیے اقتصادی رابطہ ڈویژن کومراسلہ بھیج دیا ✍ 7/دسمبر: پاکستان: روس کی پاکستان کو کورونا ویکسین کی فراہمی کی پیشکش، مسودہ وزارت قومی صحت کوارسال ✍ 8/دسمبر: پاکستان: سٹاک مارکیٹ، کاروباری ہفتے کے پہلے روز ہی مندی کا شکار، ڈالر بھی مہنگا ✍ 9/دسمبر: پاکستان: وزیرِ اعظم کے مشیر اور معاون، خصوصی کابینہ کا حصہ نہیں ہو سکتے، اسلام آباد ہائیکورٹ کا تفصیلی فیصلہ جاری ✍ 10/دسمبر: پاکستان: پی ڈی ایم، جنوری کے آخری ہفتہ میں لانگ مارچ کا اعلان ✍ 11/دسمبر: پاکستان: کورونا کی لہر تیز، مشیر سندھ اعجاز شیرازی، چیئرمین ایف پی ایس سی سمیت 53 جاں بحق، 2870 نئے مریض ✍ 12/دسمبر: پاکستان: وفاقی کابینہ میں اہم تبدیلیاں، شیخ رشید وزیر داخلہ، اعجاز شاہ انسداد منشیات، اعظم سواتی وزیر ریلوے بنادیے گئے ✍ 13/دسمبر: پاکستان: چینی 81 روپے کلو ہوگئی، وزیرِ اعظم کی اپنی ٹیم کو مبارکباد ✍ 14/دسمبر: پاکستان: پی ڈی ایم کا مینارِ پاکستان پر جلسہ، جنوری کے آخر یا فروری کے آغاز میں لانگ مارچ کا اعلان ✍ 15/دسمبر: پاکستان: ملک میں دھند اور سردی کا راج، نظامِ زندگی متاثر، ناران میں 5 فٹ تک برف، موٹروے M2 سمیت متعدد رابطہ سڑکیں بند ✍ 16/دسمبر: پاکستان: پٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں 5 روپے تک اضافہ، پٹرول کی قیمت میں 3 روپے اضافہ، نئی قیمت 103.69 روپے مقرر، ہائی سپیڈ ڈیزل 105.43 روپے سے بڑھ کر 108.44 فی لٹر فروخت ہوگا، مٹی کے تیل کی قیمت 65.29 سے بڑھ کر 70.29 روپے مقرر، جبکہ لائٹ ڈیزل 62.86 روپے سے بڑھ کر 67.86 ہوگیا ☎ جنسی زیادتی کیسز کا 4 ماہ میں فیصلہ، آرڈیننس منظور، انسدادِ ریپ آرڈیننس 2020ء کے تحت خصوصی عدالتیں قائم کی جائیں گی، متاثرین کی شناخت ظاہر کرنے پر پابندی، منظوری صدر عارف علوی نے دی ✍ 17/دسمبر: پاکستان: مقامی پیداوار آگئی، سبزیوں، پھلوں کی قیمتیں کم، افغانستان سمگلنگ سے انڈے مہنگے، آلو 58، پیاز 27، ٹماٹر کی قیمت 45 روپے کلو کمی، تھائی لینڈ سے آنے والے دہ بحری جہاز کراچی پہنچنے سے ادرک کی قیمت بھی کم ہوجائے گی ✍ 18/دسمبر: پاکستان: پی این ایس تبوک کی بحری بیڑے میں شمولیت، سٹیٹ آف دی آرٹ ویپن، ڈیفنس سسٹم سے لیس، ہیلی کاپٹر، ڈرون لے جانے کی صلاحیت، ملکی دفاع بہتر، محفوظ میری ٹائم ماحول کے فروغ میں مدد ملے گی، ایڈمرل امجد نیازی ✍ 19/دسمبر: پاکستان: فروری تک ملک میں معمول سے کم بارشیں ہونے کے امکانات، درجہ حرارت بھی معمول سے کم رہنے کا امکان، جبکہ میدانی علاقوں میں دھند کا سلسلہ آئندہ ماہ جنوری تک جاری رہے گا، محکمہ موسمیات ✍ 20/دسمبر: پاکستان: کورونا، دنیا بھر میں مریض ساڑھے سات کروڑ، میکسیکو میں لاک ڈاؤن۔